SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Thursday, December 27, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran.)

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم ۝

ما كان محمد أبآ أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم
النبيين ط وكان الله بكل شيء عليما ۝
يٰأيها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا (٤١)
وسبحوه بكرة و اصيلا (٤٢)
هو الذي يصلي عليكم وملٰئكته ليخرجكم من الظلمٰت
الى النور ط وكان بالمومنين رحيما (٤٣)
تحيتهم يوم يلقونه سلٰم ج و اعد لهم اجرا كريما (٤٤)

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Thursday, December 27, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran.)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (٤١)
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (٤٢)
هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (٤٣)
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ج وَّ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (٤٤)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے ہیں) اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔ اے اہل ایمان خدا کا بہت ذکر کیا کرو۔ اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور خدا مومنوں پر مہربان ہے۔ جس روز وہ ان سے ملیں گے ان کا تحفہ (خدا کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

LEAVE OF ABSENCE

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پہلے رخصت کی درخواست کو لیتے ہیں

جناب جاوید جبار صاحب نے اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۲۷ دسمبر تا ۲۹ دسمبر تک رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت کی درخواست منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

Mr. Deputy Chairman: We will continue with the discussion on the President's Address.

اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب، آپ کا نام ہے میرے پاس، اس لئے آپ پہلے شروع کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

وہ دانائے سبل، ختم رسل، مولائے کل
غبارِ راہ کو بخشا جس نے فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین وہی طٰہٰ

جناب چیئرمین صاحب! صدر مملکت نے یہ جو تقریر ۱۸ نومبر ۹۱ کو مجلس شوریٰ میں کی تھی یہ ان کی چوتھی تقریر تھی اس سے پہلے انہوں نے ۱۳-۱۲-۸۸، ۲-۱۲-۸۹، ۶-۸-۹۰ اور آخری بار ۸ نومبر کو خطاب کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب کی اس تقریر میں پاکستان کے مسائل کا پوری طرح سے احاطہ کیا گیا ہے تاکہ موجودہ حکومت کو ان مسائل سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ یہ مسائل کیسے پیدا ہوئے اور انہوں نے کیسے وہ پیچیدگیاں اختیار کیں یہ مسائل حل نہ ہو سکے اور اب وہ بہت ہی گمبھیر صورت اختیار کر گئے ہیں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ ان کی تقریر میں ان

omissions and commissions کا تذکرہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہوئے۔ یہ تذکرہ کیوں نہیں ہوا یہ تو وہی بہتر جانتے ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ تقریر نہایت جامع اور مدبرانہ ہے جو پاکستان کے سارے مسائل کا احاطہ کرتی ہے اور اس کے گردوپیش کے حالات کی آئینہ دار ہے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں اور اس پر انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ میں وہ om issions تو بیان نہیں کروں گا جو کل میرے ایک دوست نے بیان کی ہیں، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ صدر صاحب کی تقریر میں ان کا تذکرہ ہونا چاہیئے تھا۔ اگر ان کی ۸۸-۱۲-۱۴ کی تقریر کا موجودہ تقریر کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو دونوں نصیحت آمیز بھی ہیں اور عبرت ناک بھی۔ ان تقریروں کے درمیان انہوں نے ایک تقریر ۸۹-۱۲-۲۱ کو فرمائی تھی، جس میں انہوں نے اس وقت کے حالات کا ایک خاکہ کھینچا اور حکومت کے کردار اور گفتار کے فرق کو تو ظاہر کیا، مگر اس وقت پاکستان میں جو سیاسی کھلبلی مچی ہوئی تھی اس کا عمداً یا سہواً تذکرہ نہیں کیا، اس کا تذکرہ بھی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس حکومت کے سامنے ایک لائحہ عمل رکھا مسائل کی طرف ان کی توجہ دلائی اور اس حکومت کی تعریف بھی کی ہیں صدر صاحب کی ۱۴ دسمبر ۱۹۸۸ کی تقریر کے صفحہ نمبر ۲۰ سے پڑھتا ہوں۔ ان کے الفاظ ہیں "میں جانتا ہوں کہ یہ کام آسان نہیں ہے، اس کے لیئے ایثار، قربانی، مشکل فیصلوں اور دلیرانہ پالیسیوں کی ضرورت ہوگی مگر ایک ایسی حکومت جو عوام کی اپنی حکومت ہے، جسے قوم کا اعتماد حاصل ہے جس کی قیادت ایک باصلاحیت اور ایک ہر دل عزیز شخصیت کے ہاتھ میں ہے، جس کی کابینہ میں تجربہ کار پرعزم اور نوجوان وزیر شامل ہیں یہ حکومت یقیناً اس حیثیت میں ہے کہ ملک کے وسیع تر مفاد میں حقیقت پسندانہ پالیسیاں مرتب کرے"۔

جو tribute صدر صاحب نے اس حکومت کو پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ tribute ان commission ہیں جن کی طرف میں نے پہلے اشارہ کیا تھا۔ وہ حکومت ان کی مستحق نہیں تھی۔ گو اس حکومت کو واقعی انہوں نے یہ ترغیب دی کہ آپ کے وزراء واقعی بڑے تجربہ کار ہیں وہ under nineteen نہیں ہیں، واقعی وہ پانچ پیاروں میں سے نہیں ہیں، آپ واقعی اتنی قابل، ہر دلعزیز اور مدبر شخصیت ہیں لیکن کہنے سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا،

کہنے سے تو یہ چیزیں نہیں آتی ہیں، اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا کردار کیا تھا۔ جب ان کا کردار سامنے آیا تو ان کے وہ الفاظ میں سمجھتا ہوں کہ رائیگاں گئے۔

جناب والا! ایک بڑی omission ان سے یہ ہوئی جس کا ذکر صدر صاحب کی تقریر میں ہونا چاہیئے تھا اور نہیں ہوا۔ کہ جب اس حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد ہندوستان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو میرے اندازے کے مطابق وہ سلسلہ شرمناک حد تک بڑھ گیا یہاں تک کہ اس وقت کے ہندوستان کے وزیر اعظم جب یہاں ائیرپورٹ پر اترے، تو مجھے اچھی طرح سے یاد ہے اور میرے بہت سے دوستوں کو بھی یاد ہوگا کہ ان کے استقبال کے لئے ہماری قومی دھن کو تبدیل کر دیا گیا اور کون سی دھن تیار کر کے اس کو پیش کیا گیا کہ راجیو بھائی! ہم ایک ہیں۔ ہماری تمدن اور معاشرت ایک ہے۔ اس کا ذکر ہونا چاہیئے تھا۔ پچھلی حکومت کا یہ کارنامہ تھا اور ایک ایسے ملک کو جو روز اوّل سے اس بات کے لئے تیار بیٹھا ہے کہ جیسے اور جس طریقے سے بھی ہو اس پاکستان کا خاتمہ کیا جائے اس لئے وہ ہمارا بھائی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری معاشرت، روایت، تمدن ایک ہوتی تو ہم الگ کیوں ہوتے۔ مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے بعد اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ نظریۂ پاکستان خلیج میں غرق ہو گیا ہے۔ آج بھی انہوں نے ایسے کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے صدر صاحب کو اس کا بھی تذکرہ کرنا چاہیئے تھا۔ جب راجیو واپس جا رہے تھے تو مشترکہ پریس کانفرنس ہوئی۔ ہماری سرزمین پر رہ کر ہمارا نمک کھا کر ہمارے منہ پر اس نے یہ تھپیڑ مارا کہ کشمیر کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے۔ یہ اس حکومت کی سہو تو نہیں تھی یہ غلطی عمداً کی گئی۔ اس وقت صرف وہ یہ جواب دیتی کہ we have a different perception صدر صاحب کی ایک بڑی omission اور commission یہ تھی۔

میں بصد احترام کہوں گا کہ دسمبر 88ء کو اس جماعت کی سربراہ کو وزارت عظمیٰ یا حکومت بنانے کی دعوت دے کر انہوں نے اچھا نہیں کیا تھا۔ یہ سیاسی غلطی تھی اس خاندان کے پس منظر کو دیکھنا چاہیئے تھا۔ مشرقی پاکستان کے المیے پر نظر ڈالنی چاہیئے تھی، دیکھنا چاہیئے تھا۔ کہ اس وقت کے انتخابات کس نے تسلیم نہیں کئے، کیوں تسلیم نہیں کئے، اس کے کیا

نتائج نکلے۔ باوجود اس کے کہ ان کے پاس ایسے اختیارات تھے جو مارچ کے بعد ختم ہو چکے ہیں وہ اختیارات وہ کسی اور طریقے سے بھی استعمال کر سکتے تھے۔ کاش! آج وہ میرے دوست یہاں موجود رہتے اور میں پوچھتا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی کولیشن پہ آپ مضطرب ہیں تلملا اُٹھتے ہیں بھڑک بھڑک کر باتیں کرتے ہیں۔ یہ بتائیے اس وقت جو اشتراک تھا اس کا کیا نام تھا۔ صدر صاحب نے ان کو دعوت دے کر ایک سیاسی favour کی میں غلطی نہیں کہوں گا۔ کاش! اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید اس سے بہتر حکومت بنتی۔ اس سے بہتر آدمی آتے اور ملک کی حالت بہت بہتر ہوتی، بین الاقوامی طور پر بھی اور اندرون ملک بھی۔

جناب عالی! صدر صاحب کو اپنی تقریر میں یہ بھی ذکر کرنا چاہیئے تھا کہ میں نے ان لوگوں کو یہ موقع دیا کہ آؤ تم حکومت بناؤ۔ کیسے دیا، کس کے کہنے اور اشارے پر دیا اور کس کی ترغیب پر دیا۔ کس امید پر دیا اُس کا تو میں ذکر نہیں کروں گا۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ عنانِ حکومت سنبھالتے ہی پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو حلف لینے سے کیوں روکا گیا کیوں روکنے کی کوشش کی گئی اس کا تذکرہ بھی ہونا چاہیئے تھا کہ یہ بھی کہنا چاہیئے تھا کہ ۱۲ گھنٹے بعد بلوچستان کی منتخب اسمبلی کو تڑوایا گیا کتنی زبردست جرأت ہے۔ مانتا ہوں میں اس جرأت کو کہ اسمبلی کو تڑوا بھی دیا اور مکر بھی گئی کہ مجھے تو 9 بجے پتہ لگا تھا میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ میں اس کا کیا ترجمہ کروں کہ 9 بجے آپ کو کیسے پتہ چلا۔ کیا آپ اپنی حکومت کی ساری کارروائیوں سے اتنی لاپرواہ ہیں۔ کیا آپ کے یہ under nineteen وزیر آپ کو کسی بات کی اطلاع نہیں دیتے۔ یا آپ اتنی ہی مشغول تھیں کسی چیز میں کہ آپ کو یہ ماننے کی فرصت ہی نہ ملی کہ اسمبلی کیسے ختم ہوئی۔ اُس وقت میں نے آئین سے point out کیا لیکن کہتے ہیں کہ یہ آئین ہمارا لکھا ہوا نہیں ہے اس واسطے جو کام ہوا ہے وہ اس آئین کے تحت ہوا ہے۔ ہم نے عرض کی کہ یہ آئین کا جو آرٹیکل ہے یہ 1973ء کے original کا ایک part ہے جناب یہ ذکر تقریر میں ہونا چاہیئے تھا کہ اس نے یہ کام کیے اور ہنگامے کیے اور ملک میں انتشار پھیلانے کے لیے کیے کیا وہ بلوچستان کو پھر اس حالت میں لانا چاہتی تھی جو اس کے والد کے دور میں۔ کیا پھر وہ چاہتی تھی کہ بلوچی پہاڑوں میں چلے جائیں، کیا پھر وہ چاہتی تھی کہ وہاں پر فوج جائے اور یہ تصادم کا سلسلہ جاری

[Akhunzada Behrawar Saeed]

رہے ہے۔ صدر صاحب کو اپنی تقریر میں اس کا تذکرہ کرنا چاہیئے تھا۔

جناب عالی! میں اب صدر صاحب کی تقریر پر item-wise بات کروں گا۔ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں امن و امان، رشوت و بدعنوانی، احتساب، آئین کی پابندی صوبائی خود مختاری، قانون سازی، وفاداریاں تبدیل کرنا، نفاذِ اسلام، افغانستان، تعلیم و صحت، بے روزگاری خود انحصاری اور سادگی، کشمیر، بابری مسجد، خارجہ پالیسی، اور دفاع پر کافی اشارے کئے۔ اور اسی طرح سے جس طرح آپ نے پہلی تقریر میں جو ۱۴ دسمبر 88ء کو کی گئی تھی ان مسائل کی طرف اس حکومت کی توجہ مبذول کرائی تھی جو پاکستان کو درپیش ہیں۔ بعض نے تو اور زیادہ نازک صورت اختیار کی ہے بعض کی طرف تو زیادہ توجہ دینی چاہیئے تھی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس حکومت کے لئے کتنی مشکلات ہیں۔ کتنے مشکل وقت میں اقتدار اس حکومت کو سونپا گیا ہے اور کس طریقے سے ان مسائل کو اس نے tackle کرنا ہے

سب سے پہلے میں امن و امان کے مسئلہ پر عرض کروں گا اگرچہ میں نے اس دن بھی اس مسئلہ پر کچھ عرض کیا تھا۔ میں اس کے متعلق ضرور اتنا کہوں گا کہ ہر حکومت کا یہ اولین فرض عین ہے کہ اس کے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ محفوظ ہو۔ اگر کسی شہری کو اپنے گھر بیٹھے اطمینان حاصل نہیں ہے اگر کسی شہری کا اپنے بچے کے سکول و کالج میں بھیجنے کے وقت سے واپسی تک دل دھڑک رہا ہو اور یہ اغوا و ڈکیتی، قتل سب کچھ ہو رہے ہوں تو میں اس پر صرف یہ کہوں گا کہ سب کچھ ہے مگر امن نہیں ہے۔ اور اگر کسی ملک میں امن قائم نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ملک میں اگر اس کے کسی شہری کو سکون حاصل نہیں ہے تو وہ آرام و سکون سے کام نہیں کر سکتا۔ وہ دل لگا کر محنت نہیں کر سکتا۔ وہ دل لگا کر کام نہیں کر سکتا نتیجتاً اس ملک کی ترقی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ترقی کے لئے صنعت لگائیے، سرمایہ کاری کیجئے اور محنت کیجئے مگر یہ سب کچھ کیسے کرو گے ایک تڑپتا ہوا انسان ایک مضطرب دل کبھی دل لگا کر کام نہیں کرے گا۔ ٹھیک ہے۔ ہماری قوم ضرورت مند قوم ہے۔ محنتی قوم ہے۔ ایثار کا جذبہ

رکھتی ہے، قربانی کا جذبہ رکھتی ہے لیکن یہ پیٹ ایسی چیز ہے کہ یہ سب کچھ کروا دیتا ہے۔ کسی جگہ امن نہیں ہے۔ گاؤں میں امن نہیں ہے۔ گھر میں بچوں کے لئے امن نہیں ہے کوئی کیسے کارخانے لگائے گا کوئی کیسے زمین پر کام کرے گا۔ اس لئے میں یہ کہوں گا کہ حکومت کو اس طرح complacency میں نہیں رہنا چاہیئے کہ یہ بہتر ہو گیا کہ جیل کے وارڈن کی طرح کہ پانچ بجے شام کو وہ کہتا ہے سب اچھا ہے۔ یہ سب اچھا والی بات نہیں ہے میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ سب اچھا نہیں ہے۔ امن و امان کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس میں بہتری کی ضرورت ہے۔ اس میں بہت کوشش کی ضرورت ہے۔ ہمہ وقت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں سب کا تعاون حاصل کرنے کی ضرورت ہے مگر خاص کر قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی سخت نگرانی کرنی چاہیئے ان میں جو اچھے لوگ ہیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ان میں اچھے لوگ بھی ہیں۔ بیوروکریسی میں اگر اچھے لوگ ہیں تو ان کی بھی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور ان کی حفاظت بھی کرنی چاہیئے۔ لیکن ان کی اکثریت ایسی ہے۔ میں قاضی صاحب سے بالکل متفق ہوں کہ وہ ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے مجرموں کے ساتھ ہیں وہ ان کا حصہ ہیں۔ ان کے ساتھ اس تمام لوٹ کھسوٹ میں شریک ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

میں چالیس سال سے وکیل ہوں، سینیٹر ہوں۔ میرے پاس نہ کوئی بنگلہ ہے نہ کوئی گاڑی ہے جس میں وہ میلوں سفر کرتے ہیں۔ نہ ہی بچے کے نام پر گاڑیاں ہیں جس میں ہم قوم خریدنے کے لئے بھی وہ مارکیٹ جاتے ہیں پھر یاد آتا ہے کہ پیاز بھول گیا، پھر جاتی ہے گاڑی، تین تین چار چار بنگلے، بڑی بڑی کاریں، بڑے بڑے اکاؤنٹس، یہ کیسے جمع ہوئے۔ اگر یہ کوئی جادو کی چھڑی کا کام ہے تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ خدا کے واسطے یہ جادو منتر جنتر ہمیں بھی سکھائیے۔ یہ کوئی جنتر منتر نہیں ہے صرف اور صرف صریح دھوکہ و فریب ہے۔ ناجائز حرکتیں ہیں۔ اس قوم کا نمک کھا کر نمک حرامی کرتے ہیں۔ اس قوم کا خون چوستے ہیں۔ میں کہوں گا یہ لوگ جن کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ جو سرمایہ دار لوگ ہیں جو کارخانہ دار لوگ ہیں یہ اتنے بڑے بڑے زمیندار لوگ ہیں جن

[Akhunzada Behrawar Saeed]

میں بڑے بڑے سیکرٹری شامل ہیں ان کی بیگمات کے پرس کو خدا کے واسطے ذرا دیکھیں تو اس میں سے غریب کا خون ٹپک ٹپک کر گرے گا۔

جناب والا! میں یہی کہوں گا کہ اس ہاتھ کو پکڑ لیجئے، اس ہاتھ کو توڑ دیجئے جو باہر سے بلا کر تخریب پسندوں کو پناہ دیتے ہیں اور جو ملک کے اندر تخریب پسند ہیں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور پھر جب تک یہ حکومت حوصلہ نہیں کرے گی اور ان بڑے بڑے زمینداروں، ان بڑے بڑے وڈیروں، ان بڑے بڑے پیروں کی نشاندہی کر کے ان پر ہاتھ نہیں ڈالے گی تو میں یہی کہوں گا کہ ایسا کرنا تو بڑا آسان ہے کہ کسی چپڑاسی کو پکڑو، کسی اردلی کو پکڑو کہ اس نے پانچ روپے رشوت لی ہے۔ واہ، سبحان اللہ۔ ٹھیک ہے بیوقوف پانچ روپے رشوت لیتا ہے، پانچ لاکھ لیتا تو کوئی نہ پکڑتا۔ جناب! میں حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں اور میری تجویز یہ ہے جناب کہ آپ اپنی تفتیش کا رخ تبدیل کیجئے۔ ملزموں کی بھی نشاندہی کیجئے مگر جو ملزموں کے ساتھ لوگ شامل ہیں۔ Sheriff is with them
ایک ناول تھا یہ میں نے کسی زمانے میں پڑھا تھا۔ Sheriff is with them
ہر شے یہاں کی ان کے ساتھ ہے۔ اس میں حصہ دار ہے۔ بڑا حصہ ان کا ہے پھر پولیس کا ہے۔ پھر اوروں کا ہے جو کام کرتا ہے جو ڈاکے ڈالتا ہے اسے تو بہت تھوڑا ملتا ہے اگر وہ یہ کام نہیں کرتا تو پھر اس کو مرواتے بھی ہیں۔ ملک میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ حالات بہتر ہو سکتے ہیں سندھ میں ہمارے نواز شریف صاحب نے دورہ کیا، بڑا کامیاب دورہ کیا۔ اچھا دورہ کیا۔ رقومات دینے کے اعلانات کیئے، مجھے امید ہے وہ پورے ہوں گے۔ وہاں حالت بہتر ہو رہی ہے۔ مگر یہ ایک دورے کی بات نہیں ہے، بجائے باہر جانے کے اندرون ملک مسلسل ایسے دورے کرنے چاہئیں، اسے فالو اپ کرنا چاہئیے اور اس کام میں وہاں رہنے والے جو اچھے شہری ہیں جن میں حزب اختلاف والے بھی شامل ہیں ان کو بھی شریک کیا جانا ضروری ہے۔ ان کو آپ شریک کریں۔ ان کو یہ احساس دلائیں کہ آپ بھی ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہیں۔ تو کوئی ایسی وجہ نہیں کہ امن قائم نہ ہو۔

جناب والا! سندھ نے سب سے پہلے پاکستان کی قرارداد پاس کی۔ جی۔ ایم سید جسے اتنا برا بھلا کہا جاتا ہے۔ شاید میڈیا کو ذرا یاد ہو تو اس نے ہی پیش کی تھی۔ وہ پاکستان کا بڑا وفادار تھا۔ وہ تحریک پاکستان کا ایک اعلیٰ کارکن تھا۔ جب مہاجرین یہاں آئے

تو ان لوگوں نے ان کو سینے سے لگایا - اپنے گھروں میں لائن کھینچ کر آدھا مکان ان کو دیا - ان کو کھانے کو دیا - ان سے رشتے کئے - کیا وجہ ہے کہ اب وہ محبت نفرت میں تبدیل ہو گئی کیسے ہو گئی - کس نے کروائی - اب "یہ کس نے" کا لفظ جو ہے اس کا پتہ لگانا چاہیئے - یہ تفرقتیں یہ دوریاں جو اب بڑھ رہی ہیں - کون بڑھا رہا ہے کون اسے ہوا دے رہا ہے - اس آگ کو بجھانے کے لئے اس ہاتھ کو پکڑنا چاہیئے - اس میں مقامی لوگوں کا تعاون حاصل کریں - پولیس پر سارا انحصار نہ کیا جائے، رینجرز پر انحصار نہ کیا جائے، ان کو بھی استعمال کیا جائے مگر مقامی آبادی کا اعتماد حاصل کرنا پنجاب میں بھی ضروری ہے اور وہاں بھی ضروری ہے، میرے صوبے میں بھی ضروری ہے - اور بلوچستان میں بھی ضروری ہے - تاکہ یہ آگ بجھ جائے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ نہ بجھے - سابقہ الیکشن، سابقہ حکومت، سابقہ الیکشن جب نومبر ۸۸ میں ہو رہے تھے میں اس کا اعادہ کرتا ہوں اس وقت دس میل کے اندر اندر دن میں کرفیو لگایا گیا تھا اور وہ شاید تین ہفتے تک نافذ رہا تھا کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تھا - وہی پالیسی کافی کامیاب رہتی مگر افسوس کہ جب دوبارہ فوج بلائی گئی تو اس کو وہ اختیارات نہیں دیئے گئے جو آئین نے ان کو دینا جائز اور ضروری سمجھا تھا - اس وقت کی مجھے دو باتیں یاد ہیں - اس وقت کے وزیر انصاف و قانون بیرسٹر ظہور صاحب کے دوست ہیں انہوں نے لکھا تھا کہ یہ اختیارات آئین کے مطابق ان کو نہیں ملنے چاہئیں اور اس پر آپ دیکھیئے اٹارنی جنرل نے جس کا تعلق تحریک پاکستان سے تھا - جو کبھی ہمارے ساتھی تھے جو کبھی اچھے مسلم لیگی تھے - جو مادر ملت کے بڑے اعتماد والے ساتھی تھے لکھا یہ لازمی ہے - یہ دونوں نوٹ اب بھی اس فائل میں موجود رہوں گے جو اس وقت کی وزیر اعظم بیگم آصف زرداری صاحبہ کے پاس تھی - جناب جس نیت سے یہ معاملہ ٹیکل کیا گیا وہ افسوسناک ہے - یہ کہنا کہ فوج بھی آئے تو کیا ہو گا، کچھ نہیں ہو گا - پھر جب حیدر آباد میں پکا قلعہ کا واقعہ ہوا ان لوگوں کا پانی بند کر دیا گیا - اور بجلی کی سپلائی بند کر دی گئی - جلانے کی گیس کاٹ دی گئی اور ان پر جو حملہ کیا گیا وہ زبان خلق پہ ہے وہ لعنت تھی ان سب پر لعنت ہوئی ہے - جنہوں نے ایسا کیا ہے مگر کمشنر صاحب کا یہ omission ہے کہ اپنی تقریر میں اس کا تذکرہ نہیں کرتا کہ اس وقت وزیر اعظم صاحبہ بہ نفس نفیس حیدر آباد تشریف لے

[Akhunzada Behrawar Saeed]

گئیں اور کہا شاباش تم نے صحیح کیا، تم نے ان بچوں کو یتیم بنایا ٹھیک کیا تم نے عورتوں کو بیوہ بنایا صحیح کیا یہ اس چیز کے مستحق ہیں تم نے یہ مکان مسمار کیے، بہترین کام کیا، گویا قوم کی خدمت کی، ملک کی خدمت کی، یہ عوام کی خدمت ہے، یہ عوام میرے ہیں مجھے بہت پیارے ہیں۔ ان کو ذبح کرو، ان کا خون مجھے دو اور پھر جناب لطف یہ ہے، میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ لاشیں ملتی ہیں، وزیر داخلہ صاحب یہاں نہیں ہیں ان کے علم میں لاتا ہوں کہ لاشیں ملتی ہیں۔ یہ لاشیں بنانے والا ہاتھ کیوں نہیں پکڑا جاتا کوئی جواب نہیں دیتا ہزاروں قتل ہوئے، کوئی ملزم نہیں پکڑا گیا آخر وہ کون ہے کیا وہ جن بھوت ہے یا اس نے سلیمانی ٹوپی پہن رکھی ہے یہی کہ وہ وہاں سے نکلے اور پولیس ہیڈکوارٹر میں چلے گئے وہاں سے نکلے اور کسی اور ہاؤس میں چلے گئے جناب! اس طرح سے امن قائم نہیں ہوگا دعاؤں سے امن قائم نہیں ہوگا باتوں سے بھی امن قائم نہیں ہوگا یہ لاتوں والی بات ہے بات بھی ہو لات بھی ہو تب کام چلے گا جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اس ملک میں ہر قسم کی ترقی کے لئے امن لازمی ہے۔ اور یہ سب سے اول ترجیح ہونی چاہیئے میں پھر کہوں گا کہ جب امن نہیں ہوگا تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

جناب والا! دوسرا مسئلہ رشوت، بدعنوانی کا ہے اس کا تذکرہ صدر صاحب کی تقریر کے صفحہ دس پر ہے اگر ہم رشوت کو مذہبی، اسلامی نقطہ نظر سے لیں تو رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں گنہگار ہیں دونوں مجرم ہیں لیکن رشوت کی بھی تو کوئی انتہا ہوتی ہے کاش ۱۹۴۷ سے لے کر آج تک کسی رشوت لینے والے کو سزا دی جاتی اس کا احتساب ہوتا تو آج اربوں روپے والے بغیر کسی ڈکار مارنے کے ہم میں نہ ہوتے جب جناب لیاقت علی خاں صاحب شہید کر دئے گئے تو ایک دوست نے کہا کہ بھئی سن لو قائداعظم گئے تو وہ سرپرستی گئی، لیاقت علی خاں صاحب شہید ہو گئے تو لیاقت گئی، اب آپ کے پاس دو چیزیں رہ گئی ہیں، رشوت علی خاں اور سفارش علی خاں یہ دونوں خان ہیں اور قانون کا دائرہ بڑھا کر اس میں میاں بھی آجاتے ہیں اس میں شیخ بھی آجاتے ہیں ان میں وڈیرے بھی آجاتے ہیں اس میں فقیر بھی آجاتے ہیں چوہدری بھی آجاتے ہیں ان کا اتنا بڑا دائرہ

ہے۔ یہ صرف خان ہی نہیں ہیں البتہ ہمارے صوبہ سرحد میں ہر ایک خان ہے حتیٰ کہ مجھ غریب کو بھی خان کہتے ہیں حالانکہ میں خان نہیں ہوں۔ جناب رشوت کا کیا ذکر کروں، پہلے تو لین دین روپوں میں ہوتا تھا اب رشوت میں انسان بھی آجاتے ہیں اور پھر اس طریقے سے ضمیر فروشی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ صدر صاحب نے اپنی دوسری تقریر میں جو تذکرہ کیا ہارس ٹریڈنگ اور پولیٹیکل سٹاک ایکسچینج کا، "جناب والا یہ انگریزی اصطلاح ہے۔ امریکہ کے انتخابات میں یہ لفظ عام استعمال ہوتا ہے مگر اس کا مفہوم اور ہے میں اپنے دوستوں سے یہ پوچھوں گا کہ ایک شخص ایک صاحب ایک پاکستانی میں ہم کہوں گا میرے علاقے کا خان، ان کا چوہدری، ان کا میر، ان کا وڈیرا جب منتخب ہو کر آتے ہیں۔ اور اس دعوے سے ووٹ لے کر آتے ہیں کہ اسمبلی میں پہنچ کر وہ آسمان سے تارے اتار کر آپ کو دے دیں گے وہ وہ کام کریں گے کہ پہاڑ کھود کر اس میں سے نہر بھی نکال لیں گے سارے فرہاد بن جائیں گے لیکن جب وہاں پہنچتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ تو اور ہی کچھ ہوتا ہے پلاٹ رشوت ہے پرمٹ رشوت ہے دسویں پاس شخص کو پلیسمنٹ بیورو سے ملازمت دے کر اس کو سیکرٹری بنانا رشوت ہے رشوت کی کیا کیا اور کتنی کتنی اقسام نکالی گئی ہیں۔ لیٹرل انٹری دیکھو، پلیسمنٹ بیورو دیکھو اور اس کے بعد جو حاکمانہ انداز میں تقرریاں کی گئی تھیں وہ اور جو فیورٹزم کی بارشیں کی گئیں وہ دیکھو مگر جناب قومی یا صوبائی اسمبلی کے ارکان یا اس پارلیمنٹ کے ارکان جو اس قوم کی تقدیر بنانے والے ہوتے ہیں جو اس قوم کو قانون بنا کر دیتے ہیں جو اس قوم کے راہنما بنتے ہیں جو اس قوم کی خدمت کریں گے جو اس ملک کو آباد کریں گے جو لوگوں کے اخلاق کو بلند کریں گے جو لوگوں کی معاشی معاشرتی سہولتوں کو بڑھانے کی کوشش کریں گے جب وہ بھی بکتے ہوں تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے جناب! میں کس پر اعتماد کروں اگر یہاں لالچ دیا جاتا ہے ترغیب دی جاتی ہے مجبوری کے تحت لالچ دیا جاتا ہے صرف اس لئے کہ ایک پاکستانی کے ضمیر کو خریدو اور اس کو ضمیر فروش بناؤ تاکہ تم کرسی پر بیٹھو تو اس سے بڑا سنگین جرم میری نظر میں اور کوئی نہیں ہے اور میں اس کو ذرا آگے بڑھاؤں جناب چیئرمین صاحب! اگر ایک آدمی پلاٹ پر بکتا ہے

[Akhunzada Behrawar Saeed]

اپنی پارٹی سے وفاداری تبدیل کرتا ہے اس ملک کے رازوں کو فوٹو سٹیٹ کر کے اپنے بھائی کو نہ بھیجنے میں کیا وہ شخص دشمن کے ہاتھوں نہیں بک سکتا۔ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا دشمن ہو اور ایسا ہاؤس ہو جس میں ہماری طرح بیکار لوگ نہ ہوں تو پھر جناب ریزولیشن پاس کروا کر کہ نہیں یہ پارٹیشن غلط ہوا تھا یہ ایک ملک ہے ہم بھائی بھائی ہیں ہمارا معاشرہ ایک ہے۔ ہماری معاشرت ایک ہے پھر وہ ٹھیک ہو جاتا ہے ہم ان سے کیا توقع رکھیں گے رشوت کی انتہا کس حد تک پہنچ گئی خدا ناراض اس کی پرواہ نہیں ہے رسولؐ ناراض اس کی پرواہ نہیں ہے معاشرہ ناراض اس کی پرواہ نہیں ہے اپنا ضمیر تو خیر اس کا ہے ہی نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ضمیر ہوتا تو بے ضمیری کرتا لیکن وہ جو اس سے کرواتا ہے قانون میں وہ بھی مجرم ہے اور کسی میں نہیں تو ہمارے وکیلوں کی زبان میں abatement تو کرتا ہے اور جناب والا! رشوت اب کس انتہا کو پہنچ گئی ہے مرحوم صدر ضیا الحق شہید نے فرمایا تھا کہ پہلے جو کام پچاس روپے میں ہوتا تھا اب پانچ سو روپے میں مشکل سے ہوتا ہے اور اس گزشتہ دور میں سینکڑوں کی بات بھی نہیں تھی لاکھوں کی بات تھی۔ اس دور میں لاکھوں کی باتیں کیں کروڑوں کی باتیں کیں۔ اب دیکھیئے میرے دوست تو یہ ڈرگ مافیا تھا کتنا شور مچایا کتنا ہلہ گلہ کیا اس کو ہم دبائیں گے اس کو ہم ختم کر دیں گے۔ فصلیں اجاڑ دیں گے فصلوں کو آگ لگا دیں گے اور اس کے مرتکب بڑے بڑے اندھا جو ہیں ان کو پکڑیں گے ایک محکمہ بنایا ایک خوش دل اس کو اس میں لگایا اور جناب ایک قناخ کے پاس جب پہنچے جب اس نے دل کی جیب میں ادھر سے ایک کروڑ ڈالا اور پھر اس کے وزیر کی جیب میں دو کروڑ ڈالا اور پھر کسی کے پرس میں دو کروڑ کا اضافہ کیا تو وہ ہو بن گیا اور یہی ٹھیک طریقہ تھا اتنا شور و غوغا اس لیئے تھا کہ دیکھو سمگلرو دیکھو اس ملک کو تباہ کرنے والو اکیلے مت کھاؤ ورنہ ہم پکڑیں گے ہمیں بھی دو اور عیش کرو۔ وہی ہوا۔ کیا اس سے زیادہ اور بھی کچھ ملک کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

میں یہی کہوں گا کہ گورنمنٹ موجودہ حکومت اس کی طرف خاص توجہ دے۔ یہ میرٹ میرٹ کی جو رٹ لگائی ہوئی ہے یہ میرٹ میرٹ مجھے سمجھ نہیں آتا میرٹ کی بڑی interpretations ہیں اور میری interpretation صرف ایک یہی ہے کہ ایک ہی میرٹ ہو جو پاکستان

کا وفادار ہے صحیح معنوں میں اور وہ مسلم لیگی ہے بس وہ میرٹ ہے یہ باقی میرٹ بعد میں. کسی کا کام نہیں کرنا ہے اس پارٹی نے جس نے بیس مہینے اس ملک کو لوٹا اور اس کا مستقبل داؤ پر لگایا جہاں تک بک سکا، نتیجہ دیا ان سے سبق تو سیکھو۔ اس نے کیسے پلیسمنٹ بیورو سے لوگوں کو اندر کرایا عہدوں پر لگایا پھر رورل انرجی کی سکیم بھی اس کے بعد تیار کی پھر اس کے بعد اور نوازشات اور پھر جناب حج کے معاملے میں زائرین کے ساتھ وہاں کیا سلوک کیا گیا لیکن میں دیکھتا ہوں کوئی ریفرنس نہیں ہے کیا وجہ ہے میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا اس ضمن میں میرے پاس بڑی شہادتیں ہیں ۴۰۔۴۰ - ایسی عورتیں بھیجی گئی ہیں جن کے محرم نہیں تھے وہ ریکارڈ میرے پاس موجود ہے cousion brother uncle brother انکل برادر اس کے سوا اور کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ جناب والا! رشوت کے بعد میں میری لسٹ پر نمبر ۲ آئیٹم تھا جس کی طرف صدر صاحب نے توجہ دلائی اور صحیح فرمایا کہ اب یہ ایک مہلک بیماری کی صورت اختیار کر چکی ہے جس کو آپ کینسر کہیں میں کہوں گا کہ یہ اب ایڈز بن گئی ہے اور اب ہر ایک کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ یہ جو بنگلہ آنکھیں چندھیانے والا ہے میرا بھی ایسا ہی ہو تو یہ حرص اور یہ ہوس دولت اس قوم کو کہاں تک لے جائے گی۔ اس چیز کو ہم قبر تک ساتھ لے جائیں گے اس سے پہلے اس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے اس کا علاج ہم نہیں کریں گے صرف باتیں کریں گے

جناب والا! تیسرا آئیٹم احتساب ہے صدر صاحب نے اس پر خاص زور دیا اور فرمایا کہ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے میں ان کی اس تجویز کو سراہتے ہوئے عرض کروں گا ذرا فراخ دل ہو کر اسے ۱۹۴۸ء سے شروع کیجئے کچھ تھوڑا کچھ بہت اس کا حساب تو ہو یہ تو ایک اسلامی فرض ہے ہر ایک بندہ پہلے اپنے دل میں سوچے اپنا احتساب کرے شام کو چارپائی پر لیٹ کر اپنا احتساب کرے کہ آج کے دن میں اس نے کیا کھایا اور کیا کیا اس کے بعد پھر یہ احتساب اتنا کافی نہیں ہے. کہ صرف ریفرنسز دائر ہو جائیں۔ میرے وزراء صاحبان! یہ ریفرنسز ناکافی ہیں۔ ریفرنسز کا سکوپ بڑھایئے میرے صوبے میں تو جتنے وزراء تھے میں نے تو کسی کے خلاف ریفرنس نہیں دیکھا کیا وہ فرشتے تھے کیا ہوا اگر صرف ایک کریمنل کیس کیا وہ کافی ہے اور پتہ نہیں اس کیس کا کیا بنتا ہے وہ سیمنٹ کے کارخانے کہاں گئے وہ جو قرآن شریف وہاں سے آئے تھے بازاروں میں بک گئے وہ کہاں گئے وہ تو مکے سے آئے تھے وہ

[Akhunzada Behrawar Saeed]

بڑے بڑے کوٹے تقسیم کئے وہ کہاں گئے وہ مکہ مدینہ میں اکاموڈیشن کے لئے پیسے لئے گئے وہ کہاں گئے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جو اس وقت آپ فرما رہے ہیں وہ پوائنٹ بڑے related ہیں انڈسٹری سے بن خاص کر فنانس سے

It is directly concerned with the Ministry of Finance, about the developments on Financ.., thank you.

Akhunzada Sahib you please continue.

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب یہاں میری جگہ کوئی خان یا میر ہوتا تو توجہ زیادہ ہوتی میں غریب آدمی ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کے اپنے ساتھیوں کی مہربانی ہے میں کیا کروں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب میرا ساتھی تو ہے لیکن میں غریبوں کا۔۔۔

Mr. Deputy Chairman: Shah Sahib please.

Syed Abbas Shah: Sir, I take it very seriously. He has objected straightaway, challenged my integrity and I straightaway take it as a privilege and he has definitely breached my privilege and I want that it should be taken into the Privileges Committee.

(interruption)

Syed Abbas Shah: Definitely, Sir, he made a reference to me.

Mr. Deputy Chairman: Not to you please.

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب میرے دوست اگر ناراض ہوئے ہیں تو میں معذرت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں اخونزادہ صاحب آپ نے خود کو رلیفر کیا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: میں معذرت کرتا ہوں۔

Syed Abbas Shah: Sir, as a protest I walk out.

جناب ڈپٹی چیئرمین: سرتاج عزیز صاحب کو بھی ساتھ لیتے جائیں تاکہ آپ کی کوشش

مکمل ہو جائے گی۔

قاضی حسین احمد: پیپلز پارٹی کے کچھ لوگوں کو لے آئیے ورنہ یہاں سے اپوزیشن پیدا ہو جائے گی۔

(قہقہے)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب آپ کا ابھی سیکنڈ پوائنٹ چل رہا ہے میں آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کرنا چاہتا لیکن ہاؤس کے باقی ساتھی بھی بولنا چاہیں گے۔ تو آپ جس طرح ایک پوائنٹ سے دوسرے پوائنٹ پر چل رہے ہیں تو تقریباً ۸ منٹ ہو گئے ہیں میں آپ کے ساتھ ٹائم کا حساب بھی نہیں کر رہا ہوں لیکن باقی ساتھی بھی ٹائم اور مانگیں گے تو آپ جس طرح چاہیں مناسب سمجھیں تقریر کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: اگرچہ یہ پہلا موقع ہے کہ جب سے اس پر بحث شروع ہوئی ہے آپ نے ٹائم کی طرف توجہ دلائی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی پہلی دفعہ نہیں ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں اور یہ آپ لوگوں کے لئے ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: تین تقاریر مکمل ہو چکی ہیں میں اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو یہ بتاؤں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: عباس شاہ صاحب بھی واپس تشریف لے آئے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: میں پھر اپنے دوست کو کہوں گا I am Sorry جناب والا! احتساب پر تنقید کیوں گا کہ جس طرح صدر تو جاری ہے۔ اسی طرح یہ بھی جاری رہنا چاہیئے اس کے لئے ایک اچھا قانون مرتب ہونا چاہیئے میں وزیر قانون صاحب سے درخواست کروں گا ہم سے مدد چاہیں تو ہم بھی حاضر ہیں ہر ایک پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے۔ چاہے وہ اس وقت اگلی بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں خواہ ہم پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہو چاہے اپوزیشن میں ہو چاہے خزانے والے میں سے ہو جہاں بھی ہو چاہے Secretariat man ہو چاہے foreign service سے ہو۔ اس کا احتساب جاری رہنا چاہیئے چھوٹے بڑے کا فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ ۵ روپے والا اور پانچ کروڑ روپے والا نہیں سب کے ساتھ

[Akhunzada Behrawar Saeed]

یہ احتساب والا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ اس کے لئے ایک خود مختار محکمہ ہونا چاہیئے ورنہ انٹی کرپشن والے پھر اس کے لئے کوئی اور ادارے بنائیں گے اب ڈاکٹر صاحب یہ انٹی کرپشن والوں کے بس کی بات نہیں ہے میں پھر کہوں گا کہ Sheriff is there یہ اس میں شامل ہے انٹی کرپشن تو نہیں ہے میں تو کہوں گا کہ پرو کرپشن۔ جناب اب بھی ہمارے قاسم صاحب کی خدمات حاضر ہیں اگر پچھلی حکومت میں وہ اتنے زبردست ذمہ داری قبول کر رہے تھے۔ تو اب بھی آپ ان جیسے کوئی اور ڈھونڈ لیں ادارہ چاہیے نہیں تو آپ کے پاس ایماندار اور مخلص لوگ بہت ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ بیوروکریسی میں سے یا ان لوگوں میں سے کسی کو پکڑ دیں جو جانتے ہیں، بہت کچھ جانتے ہیں، ان کو وعدہ معاف گواہ بنالو، کوئی بات نہیں لیکن میں ایک چیز وزیر قانون سے عرض کروں گا کہ اس وقت کے وزراء جو میرے صوبے کے تھے، فرشتے تھے، یا ان کے ساتھ کوئی ملا ہوا ہے، میں اگر ان میں سے ایک ایک کا نام لوں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ مجھ سے زیادہ غریب تھے، اب وہ کیسے کروڑپتی ہو گئے ہیں، ان سے کیوں پوچھا نہیں جاتا۔ شہادت موجود ہے، اچھی شہادت ہے دو شہادتیں ہیں documentary evidence بھی ہے اور oral بھی ہے

جناب والا! اس سے آگے بڑھیں تو آئین کی پابندی ہے جو کہ لازمی ہے اور آئین کی پابندی اس طرح سے ہونی چاہیئے۔ کہ اس کی requirements کو پورا کیا جائے Council of Common Interests صوبوں کے درمیان اختلافات حل کرنے کے لئے ایک موثر ادارہ ہے، اس کے اجلاس طلب کیے جائیں۔ اس وقت کے وزیر قانون نے بڑی لافیں مار کر یہ اعلان کیا کہ اس کا اجلاس نہیں ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت بھی میں نے مشورہ دیا تھا کہ اجلاس نہ بلایا جائے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں اتنی قابلیت ہے اور وہ قانونی طور پر مشورہ دینے کے قابل ہیں بہر حال انہی نے کہا کہ میں نے اس وقت بھی مشورہ دیا تھا کہ اس کی میٹنگ مت بلائیں، اس سے بڑے اختلافات پیدا ہو جائیں گے کیوں کہ سندھ والے تیل کا حصہ مانگیں گے۔ بلوچستان والے گیس میں اپنا حصہ مانگیں گے۔ صوبہ سرحد والے

بجلی کا حصّہ مانگیں گے اور اسی طرح صوبہ پنجاب والے اپنا حصّہ مانگیں گے ۔ جناب، یہاں حصّہ دینے والی باتیں نہیں ہیں ۔ حصّہ دینے کی باتیں تو صرف الیکشن میں ہوتی ہیں اس کے بعد تو سب حصّے حکومت کے ہو جاتے ہیں یہ بھی میرا، وہ بھی میرا، سب میرا ہے ۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ حکومت بھی اس کا اجلاس نہیں بلائے گی ۔ اس لئے جناب والا! میں کم از کم اس حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ خدارا اس چیلنج کو تو قبول کیجیئے ۔ ہم نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ اس کا اجلاس بلایا جا رہا ہے ۔ لیکن یہ کب بلایا جائے گا، اور یہ "کب" کب آئے گا ۔ یہ کم از کم میری زندگی میں تو یہ "کب" آنا چاہیئے

جناب والا! اسی طرح سے اور بھی آئینی requirements ہیں لیکن سب سے بڑی requirement جو ہے، میں اس پر آتا ہوں، یہ ہے صوبائی خود مختاری ۱۹۷۳ کا جو آئین ہے وہ کافی وسیع ہے اس کے تحت کافی اختیارات صوبوں کے پاس جا سکتے ہیں اگر کوئی دینا چاہے، لیکن جب تک اس وفاق کے چاروں صوبے خوش نہیں رہیں گے، ان کو تسلی نہیں ہوگی ۔ انکو ان کے حقوق نہیں ملیں گے، اس وقت تک نہ وہ مرکز کے ساتھ تعاون کر سکیں گے اور نہ ہی مرکز مضبوط رہے گا ایک دوسرے کے بغیر چلنا مشکل ہے مرکز مضبوط ہونا چاہیئے، مگر مرکز تب مضبوط ہوگا جب صوبے مضبوط ہوں گے اور صوبے اس وقت مضبوط ہوں گے جب انہیں اپنے اختیارات اور وسائل استعمال کرنے کی آزادی ہوگی ۔ اسی طرح سے تب کہیں جا کر مرکز کو فوقیت ملے گی اور صوبے بھی خوش رہیں گے ۔ ابھی تک ہم آئین میں الجھے ہوئے ہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ آئین سازی کے لئے دو لسٹیں ہیں ایک Concurrent List ہے اور ایک فیڈرل لسٹ ہے ۔ اگر ہم اس کو اچھی طرح پڑھیں تو کنکرنٹ لسٹ پر شاید ۴۷ Items ہیں اور فیڈرل لسٹ پر بھی قریباً اتنے ہی ہیں ۔

جناب والا! مجھے کہا گیا ہے کہ residuary power وزیراعظم کے پاس ہے ۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں یہ کہوں گا کہ کیا residue ابھی ہے ۔ ہمارے پاس بچا کیا ہے جو کچھ تھا وہ تو آپ نے فیڈرل لسٹ پر رکھا ہے ۔ یہاں تک اعتزاز

[Akhunzada Behrawar Saeed]

احسن صاحب پیپلز پروگرام کو بھی انہی آئیٹمز میں شمار کرتے ہیں کہ یہ بھی اسی میں ہے۔ وہ سوشل ویلفیئر کی definition بھی اسی میں لے آئے۔ کتنے بہترین وکیل ہیں۔ وہ ان کے ٹاپ کے وکیل ہیں۔ وہ زکواۃ کو بھی اسی میں لے آئے، عشر کو بھی لے آئے۔ جناب، باقی بچا کیا ہے۔ اگر بجلی ہماری ہے اسے ہم produce کرتے ہیں تو اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، لیکن یہ بجلی ہے، بجلی کی طرح آتی ہے اور بجلی کی طرح جاتی ہے۔ جناب والا! ہمیں اپنا یہ حق اب ملنا چاہیئے ہم بجلی اور دیگر چیزوں پر royalty کا مطالبہ کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیجیئے۔ ایسی صورت خدانخواستہ پیدا نہ ہو کہ پھر ہمیں یہ لینی پڑے اسی طرح سے دیگر صوبوں کو بھی ان کی پیداوار کے مطابق رائیلٹی ملے اور ان کو وہ وسائل ملیں جن سے وہ خود اپنے مسائل حل کرنے کے قابل ہو جائیں وہ خود مختار ہوں اور مرکز کو توڑنے کی کوشش نہ کریں۔ صوبائی خود مختاری کا مسئلہ تب حل ہوگا جب ان کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے ایک ساتھ بیٹھ کر خوش دلی سے، آرام سے، پیار سے، محبت سے ان کے حقوق ان کے حوالے کر دیے جائیں جس میں میرا صوبہ بھی شامل ہے۔ ہمیں بھی ہمارے حقوق دیے جائیں۔ جناب والا! آئین کی پاسداری اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ Council of Cammon Interests کی میٹنگ بلائی جائے اور Finance Commission کی میٹنگ بلائی جائے، اس کو تشکیل تو دے دیا گیا لیکن اس کی میٹنگ کب ہوگی، اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے، یہ کیسے ہوگی اور کب ہوگی، اس کی میٹنگ بھی ہونی چاہیئے۔ صدر صاحب نے بڑا اچھا کہا ہے کہ آپ کے پاس تو بڑے بڑے ادارے ہیں جیسے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ، اس نے آج تک ۶۲ یا ۶۵ کے قریب رپورٹیں پیش کی ہیں، وہ بھی تو اسی لئے پیش کی ہیں تاکہ ان پر عمل درآمد ہو، آئین میں اور بڑی بڑی چیزیں بھی ہیں لیکن یہ بھی اہم ہیں۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس جرنیل صاحب کو بخشے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آٹھویں ترمیم لائے ورنہ کیا ہوتا، یہاں وہی چیز دہرائی جاتی جو ۱۹۷۷ میں تھی۔

حبس کا خاتمہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ کو ہوا لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہوتا جیسے کہ صدر صاحب نے ۱۴ اگست کو اختیار کیا ہے تو پھر یہ گڑبڑ نہ ہوتی، اتنا خون خرابہ نہ ہوتا تباہی نہ ہوتی مگر افسوس کہ آئین میں کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اس لئے یہ صورت پیش آئی، وزراء صاحبان جو یہاں بیٹھے ہیں میں ان سے کہوں گا کہ اس مسئلہ کو جتنی جلدی نمٹایا جائے بہتر ہوگا۔ تاکہ حالات قابو سے باہر نہ ہوں۔

جناب والا! میں پھر عرض کروں گا کہ میں اس مسئلہ کو بڑے ٹھنڈے دل سے سوچتا ہوں لیکن میں وزراء صاحبان سے یہ عرض کروں گا کہ میں بھی اب ان افراد میں شامل ہو رہا ہوں جو اپنے حقوق مانگیں گے جب وہ اپنے حقوق لیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ جناب والا! صدر صاحب نے قانون سازی کا ذکر فرمایا ہے یہ ادارہ جو ہے یہ قانون سازی کے لئے ہی ہے اس کا کام ہے قانون سازی کرے لیکن پچھلے ۲۰ ماہ میں قانون سازی نام کو بھی نہیں ہوئی وہ قانون سازی سے اتنے الرجک تھے کہ جب کبھی مشترکہ اجلاس ہوتا تھا تو ان میں سے ہر ایک تھراتا تھا کہ خدایا کیا ہوگا۔ اب تو سینیٹ والے بھی اس جائنٹ سیشن میں آگئے ہیں، کہیں وہ سبح نہ لبر لینے لگیں جناب والا! ہمیں پتہ بھی ہوتا کہ صدر صاحب کی طرف سے آرڈر آ جائے گا Session prorogued

جناب والا! قومی اسمبلی جب کوئی قانون پاس کرتی ہے تو وہ سینیٹ میں آ جاتا ہے، سینیٹ اس سے اختلاف کرے تو وہ قومی اسمبلی میں واپس جاتا ہے وہاں بھی اس پہ اختلاف ہو تو پھر مشترکہ اجلاس بلایا جاتا ہے اس لئے نہ نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی۔ وہاں تو یہ صورت تھی، انہوں نے نہ کوئی قانون سازی کی اور نہ ہی ان کے لئے مشکلات پیدا ہوئیں اور نہ ہی انہیں پارلیمنٹ کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ بڑے دعوے کئے جاتے تھے کہ ہر ایک مسئلہ پارلیمنٹ کے سامنے جائے گا عوام ہمارے ساتھ ہیں، ہم عوام کے ساتھ ہیں ہم عوام کے خادم ہیں، وہ ہمارے مخدوم ہیں — جب قانون ساز اسمبلی میں بھی قانون سازی نہیں ہوتی تو پھر کیا ہوتا ہے جناب قانون کو اپنے ہاتھ میں ڈنڈا لے کر، یہ میں نے اس وقت بھی کہا تھا اور اس وقت کسی وزیر کو

[Akhunzada Behrawar Saeed]

یہ جرأت نہیں ہوئی ہے کبھی کہتے کہ 'No Madam please' بلکہ یہی کہتے کہ 'Yes Madam please' ایسا کوئی نہیں تھا جو کبھی اس کو کہہ بھی سکتا کہ نہیں میڈم تم غلط ہو۔ ہر ایک یہی کہتا رہا واہ، واہ۔ وہ صف شکن بیٹر والی بات تھی کسی نواب صاحب کا بیٹر مر گیا تو اس کے تمام وزیر جو Under Nineteen تھے کٹھے ہو گئے کسی نے کہا صف شکن بڑا متقی تھا، کسی نے کہا وہ بڑا پرہیزگار تھا۔ کسی نے کہا جناب شمشیر کی طرح بٹیروں کا قتل عام کرتا تھا۔ اب اس ادارہ میں موجودہ حکومت کے پاس بڑی strong majority ہے۔ سینیٹ ساری اُن کے ساتھ ہے۔ قومی اسمبلی میں ان کی اکثریت ہے لیکن سینیٹ کی طرف سے ایک یقین دہانی کراؤں گا کہ تب تک سینیٹ آپ کے ساتھ رہے گی جب تک آپ صحیح کام کریں گے۔ قوم کے مفاد میں قانون سازی کریں گے۔ جناب وزیر صاحب اگر یہ نہیں ہوگا تو یہ سینیٹ اِدھر بھی ہو سکتی ہے don't take it for granted.

ہم وہ جیالے نہیں ہیں۔ ہم یہاں ہر صوبے کے مساوی نمائندے ہیں ہم سوچ اور سمجھ کا مادّہ رکھتے ہیں۔ ہم محض اس لئے کسی کا ساتھ نہیں دیں گے کہ یہ فلاں فلاں عہدے پر فائز ہے وہ اپنا عہدہ اپنی جیب میں رکھے قوم کے لئے اسے کام کرنا ہوگا اگر اس کے لئے کام نہیں کریں گے تو ہم ساتھ نہیں دیں گے جناب کہ یہ قانون سازی کا مسئلہ ہے۔

تعلیم کے بارے میں بہت کچھ کیا گیا لیکن میں یہی کہوں گا کہ جو قوم تعلیم سے بے بہرہ ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ابھی تک لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی چل رہی ہے اس پر تو ہمیں شرم آنی چاہیئے اُس لارڈ میکالے کا طریقہ تعلیم ابھی تک چل رہا ہے اور اس کو آپ مزید کب تک چلائیں گے میرا بچہ بستہ اٹھا کر اس مدرسے میں جاتا ہے جو کہ گرا ہوا خراب مدرسہ ہے۔ اور دوسرے کا موٹر میں بیٹھ کر سینٹ میری سکول میں جاتا ہے وہ انگریزی بول کر فخر کرتا ہے اور میرے بیٹے کو اردو بھی نہیں آتی

تفریق کب تک چلے گی؟ بس کرو، خدا کے واسطے بس کرو۔ اس اپر کلاس اور طبقے کو سمجھایئے۔ یہ لوئر کلاس کا طبقہ جو ہے یہ کب تک اس کا ساتھ دے گا۔ آپ تو انگریزی کو معیار بنا کر ترقی کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپس میں بھی گفتگو کے وقت اپنی زبان نہیں بولتے۔ اقوام متحدہ میں بھی جاکر وہاں لوگوں کے سامنے انگریزی بولتے ہیں۔ انگریز سے یہ اتنے متاثر ہوئے اور انگریزی کا اتنا پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ جیسے ہماری زبان ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ ہے قوم کا طریقۂ تعلیم۔ واقعی قوم کا تعلیمی معیار گرا ہوا ہے۔ یہاں پر ایمرجنسی بنیادوں پر کریش پروگرام ہونا چاہیئے اور پرائمری تعلیم کو لازمی قرار دیا جانا چاہیئے۔ دو شفٹیں ہونی چاہیئیں اور یہ امیر وغریب کی تفریق ختم ہونی چاہیئے۔ یہ مشنری سکول، یہ فلاں، فلاں طبقے اور فلاں جنرل کا سکول، یہ ختم ہونا چاہیئے۔ سارے بچے پاکستان کے بچے ہیں۔ مقروض تو سارے ہیں اور جب عیش کا وقت آتا ہے تو اپر کلاس فائدہ اٹھاتی ہے۔ ہمارے خان صاحب کا کلاس اوپر ہو جاتا ہے۔ خفا نہ ہوں جناب والا! اس طریقۂ تعلیم میں drastic changes کرنی چاہیئیں۔ اس کو completely change کرنا چاہیئے اور بہت قلیل عرصے میں کرنا چاہیئے۔ میرے خیال سے ہاؤس کے لیڈر جناب محمد علی خان صاحب نے بڑی ہی ایک اچھی پالیسی مرتب کی تھی اس کو شاید طاق نسیان میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس کو پڑھیئے۔ جناب وزیر تعلیم اور وزیر خزانہ صاحب کسی کو کہیں کہ اس کو پڑھے اور ممالک کی تعلیمی پالیسیوں کا مطالعہ کریں کیسے کوریا میں تعلیم بڑھ گئی، چین اور دیگر ممالک کیسے ہم سے آگے ہو گئے آپ بھی وہی طریقہ اختیار کیجیئے۔ صرف پیسے کی بات نہیں ہو گی۔ پیسہ تب آئے گا جب آپ کا بچہ ٹیکنیشن اور کاریگر بنے گا وہ تب بنے گا جب ملک کے بچے علم سے آراستہ ہوں گے

جناب صحت کا مسئلہ بڑا اہم ہے اس کی حالت کا تو ہسپتالوں سے پتہ چلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جن ڈاکٹروں کے کلینک ہیں یا پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں وہ تو ہسپتال میں مریضوں کو اکثر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ چیزیں چھوٹے مسئلے ہیں جو 75 لاکھ کی

[Akhunzada Behrawar Saeed]

دوائیاں بھیجی گئی تھیں اس وزیر صاحب نے کہ جس کا میں ذکر کرتا ہوں۔ اُس خدا کے بندے نے وہ ساری بیچ دیں اور وہاں صرف کونین اور اسپرو ہی دی ۔ اور جناب میں نے ثبوت کے طور پر رکھا ہے کہ میرے کمرے میں ایک چادر ہے ۔ اس چادر پر لکھا ہوا ہے "ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ آزاد کشمیر" وہ چادر میں نے محفوظ رکھی جو بھی چاہے دیکھ لے ۔ پتہ نہیں کس طریقے سے وہ خرید کر ہمارے کمرے میں ڈال دی۔ میں تو یہی کہوں گا کہ جو دوائیاں اور چیزیں وہاں کے لئے ہوتی ہیں وہ ہسپتالوں میں پہنچنے سے پہلے ہی بک جاتی ہیں ۔ ہسپتالوں کی کمی ہے، دوائیوں کی کمی ہے ڈاکٹروں کی کمی ہے ۔ اگر ڈاکٹر ہے تو ان کو کاروبار نہ ملنے یا جاب نہ ملنے کی بہت ہی شکایت ہے ۔ سات سات، نو نو مہینے پبلک سروس کمیشن امتحان لیتا ہے پانچ پانچ چھ چھ مہینے اُن کا انٹرویو لیتے ہیں کب رزلٹ نکلے گا اور کب رزلٹ نکلے گا اور کب ان کو تعینات کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ بہت ہی اہم ہے اس قوم کو تعلیم دیں اور صحت کا مسئلہ حل کریں ۔ گاؤں کی طرف جائیں تو وہاں اوّل تو ڈسپنسری ہی نہ ہوگی اگر ہے تو ڈاکٹر نہیں ہوگا اگر ڈاکٹر ہوگا تو دوائیاں غائب ۔ میرے ضلع میں ایسے ہسپتال ہیں ۔ تنخواہیں ان کو ملتی ہیں لیکن نہ بلڈنگ ہے اور نہ دوائیاں اور نہ ہی ڈاکٹر صرف ایک چوکیدار ہے ۔ میرے ضلع کو خاص طور پر نوٹ کیجئے جناب وزیر ضلع ۔

اس طرح تعلیم کا مسئلہ لیجئے جناب! دسویں فیل یا تھرڈ ڈویژن کو کیا کیا عہدے ملے ہیں ۔ ادھر دیکھئے جس طرف آپ کی توجہ ہی نہیں ہے ۔

ان اداروں میں قوم بن رہی ہے ۔ یہ nation building institutions ہیں اساتذہ کی تنخواہوں، رہائش، بچوں کی تعلیم وغیرہ کا کیا انتظام ہے کچھ بھی نہیں، وہ اساتذہ کیسے تعلیم دیں گے جو صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے کوٹے سے آتے ہیں جتنے میٹرک فیل ہیں ان کو لگا دیا جاتا ہے کیا یہ انصاف ہے کیا یہ اس ملک کے لوگوں کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے کیا ہمارے ملک کے نمائندگان یہ صحیح کام کر رہے ہیں کیا اس کو بند نہیں کیا جا سکتا ۔ وزیر قانون اور وزیر صحت صاحبان خدارا اس چیز کا نوٹس لیں اس کو بند کروا دیجئے ۔ ان معلموں کی تربیت کا اور ان کو سہولتیں دینے کا بندوبست کیجئے ۔ اور ان کا

سٹینڈرڈ وہ ہو جو تعلیم دینے والوں کے لئے ضروری ہے۔ اور ایسے افراد لئے جائیں جو اہل ہوں۔ میں نے تین استادوں کو ایک سوال دیا۔ تینوں نے کہہ دیا کہ یہ ہمیں نہیں آتا یہ تو سود در سود کا سوال ہے۔ تو جناب جب میٹرک کا ایک معمولی سوال ایک استاد کو نہیں آتا۔ وہ میرے بچے کو کیا پڑھائے گا۔ اسی طرح صحت کے متعلق عرض ہے کہ جب دیر میں نوابی تھی تو وہاں ایک ہسپتال صرف کتوں کے لیے تھا۔ جناب والا! ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ایک بوتل لے آیا۔ نواب صاحب کے سامنے آیا، اس نے پوچھا اس میں کیا ہے، اس نے کہا اس میں دوائی ہے اس نے کہا مجھے دے دو تو اس نے اسے اٹھا کر اسے توڑ دیا کہ یہ میں نے انسانوں کے لئے نہیں بنائی، یہ کتوں کا ہسپتال ہے۔ یہی حالت اب بھی ہے۔ بڑے خانوں کے کتوں کا بڑا شاندار علاج ہوتا ہے۔ لیکن اس ملک میں خدا کے بندے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امتیوں اور پاکستانیوں کو دوا تک نہیں ملتی۔ ان کو ہسپتال میں داخلہ نہیں ملتا۔ غریب کے بچوں کو چاہے وہ کتنے ہی قابل ہوں ان کو جاب نہیں ملتی۔ سکالرشپ چھپائے جاتے ہیں فارن سکالرشپ چھپائے جاتے ہیں۔ اگر میرے جیسے آدمی سے سکالرشپ چھپائے جاتے ہیں اور میرا بیٹا اگر میرٹ پر آتا ہے تو بھی اس کی بجائے ایسے لوگوں کو دیے جاتے ہیں جو میری طرح غریب نہ ہوں۔ خدا کے واسطے وہ سکالرشپ مشتہر کیجئے اور اسے آخری تاریخ سے ایک دن پہلے مشتہر نہ کیجئے کہ آج چھپا اور کل اس کی تاریخ گزر گئی۔ اس سے فائدہ اٹھائیے۔ یہ سیمنار منانے چھوڑ دیجئے۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ وقت ضائع ہوتا ہے۔ پیسہ ضائع ہوتا ہے کھانے، کھانے ہیں تو گھر میں کھائیے۔ لوگ بہت حرام کھاتے ہیں۔ بہت جمع کیا ہوا ہے

جناب اب میں بیروزگاری پر بات کروں گا جو اس ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے بیروزگاری ہر جگہ ہے۔ امریکہ جیسی سپر طاقت میں بھی بہت بیروزگاری ہے۔ اور جگہوں پر بھی ہے لیکن ہمارا یہ مسئلہ بہت بڑا ہے۔ ہمارے نوجوان اگر بے روزگار ہوتے ہیں تو ہمارے دشمن انہیں ہاتھ میں لے کر ان سے تخریب کاری کرواتے ہیں۔ اس واسطے اس بے روزگاری کے مسئلے پر ہمیں خاص توجہ

[Akhunzada Behrawar Saeed]

دینی چاہیئے۔ وہ صحیح ہے کہ آپ جب کارخانے بنائیں گے۔ آپ جب مزید انڈسٹری لگائیں گے تو اس میں انہیں کھپائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ آپ صحیح کر رہے ہیں۔ مگر اس کیلئے بھی کریش پروگرام کی ضرورت ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے شہروں کی آبادی بڑھتی جا رہی ہے یہ بھی کم ہو جائے گی۔ دیہات پر بھی بوجھ نہیں پڑے گا اور ملک میں کچھ سکون آجائے گا اور اس کا بڑا فائدہ امن عامہ قائم کرنے میں ہوگا۔

جناب میرا next item جس کو خود انحصاری کہتے ہیں۔ اس پر صدر صاحب نے خاص زور دیا ہے اور موجودہ حکومت۔ خدا ہمت دے۔ آثار ایسے ہیں کہ شائد یہ اس پر سختی سے پابند رہیں گے۔ مگر خود انحصاری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم interdependence کی پالیسی ترک کر دیں۔ کوئی ملک دنیا میں ایسا نہیں ہے جو کہ ہر ایک چیز میں بالکل independent بلکہ وہ interdependent ہے ہم dependent نہیں ہونا چاہتے۔ خدا نے ہمیں بڑے وسائل دیئے ہیں۔ افرادی قوت کی کمی نہیں ہے۔ خدا کے لئے بہتر منصوبہ بندی کیجئے۔ اب تو گلف کی وجہ سے آپ کا بڑا مسئلہ ہو گیا۔ وہاں سے بھی لوگ آپ کے پاس آگئے ہیں۔ جناب والا! خود انحصاری کے ساتھ سادگی کو اپنایئے۔ یہ اسلامی فریضہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی سادگی میں گزاری ہے اور اس کی تلقین بھی کی ہے۔ اس میں عزت بھی ہے اور شان بھی۔ اگر ہم اس پر انحصار کریں تو ہم محتاج نہیں ہوں گے۔ ہم کشکول ہاتھ میں لے کر دنیا میں نہیں پھریں گے۔ ٹھیک ہے کہ اب ایڈ کا مسئلہ سامنے آگیا ہے۔ میں جناب ایڈ کا جو لفظ سنتا ہوں تو اس کے معنی سمجھتا ہوں 'امداد'۔ میں پریس والوں سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کی وضاحت کریں کہ یہ امداد نہیں ہے۔ یہ قرضہ ہے قرضہ۔ بہت بڑا خطرناک قرضہ ہے جو خون بھی چوستا ہے۔ ہڈیوں کے اندر مغز بھی چوستا ہے۔ آزادی بھی چوستا ہے اور کسی ملک کو ترقی کرنے نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہم پر احسان نہیں کرتے۔ یہ آئی ایم ایف، یہ ورلڈ بینک، یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ان سے اگر یہ ممالک

قرضہ نہیں تو یہ آپ کے پاؤں پڑیں گے ۔ یہ کس طرح کا قرض ہے ۔ ایک کروڑ کا قرض دیا جاتا ہے ۔ پچاس لاکھ تو وہیں سے رکھ لیتے ہیں ۔ کہ آپ نے ہماری مصنوعات خریدنی ہیں ۔ پچیس لاکھ ہیں ہمارے ماہرین رکھو ۔ پچیس لاکھ جو ہمارے ان نیتروں کے پاس آجاتے ہیں تو اس میں سے پندرہ فیصد تو وہ کھا لیتے ہیں ۔ باقی دس فیصد کیا بچے گا ۔

جناب والا! خود انحصاری کا مطلب اپنے وسائل پر انحصار کرنا ہے ۔ ہمیں خدا نے بہت کچھ دیا ہوا ہے میں ان کی توجہ مالاکنڈ ڈویژن کی طرف دلاؤں گا ۔ وہ معدنیات سے مالامال ہے مگر کسی نے تکلیف نہیں کی کہ وہاں کوئی ٹیم بھیجے جو پتہ لگائے کہ وہاں کتنی معدنیات موجود ہیں ۔ لوہا وہاں ہے ۔ وہاں سنگ مرمر ہے ۔ وہاں سیمنٹ کے ذخائر ہیں ۔ اور سب سے بڑی چیز جناب والا! وہاں پر تین دریا ہر وقت بہتے ہیں ۔ کبھی کسی نے تکلیف نہیں کی کہ ان پر چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے جائیں ۔ وہاں بجلی مہیا ہو ۔ زمینیں سیراب ہوں نئی زمینیں زیر کاشت آجائیں اس طرح سے ہم خود انحصاری پر زیادہ انحصار کر سکتے ہیں ۔ اگرچہ نئے پراجیکٹ کے لئے ایڈ لینے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب کا آج کا بیان ہے کہ ایڈ تو ہم لیں گے لیکن ایڈ کے ساتھ strings نہیں لیں گے ۔ خدا ہمارے وزیر اعظم صاحب کو یہ حوصلہ اور ہمت دے کہ اس بات پر ڈٹے رہیں ۔ قوم اس کے ساتھ ہے ۔ ہمارے جتنے کارخانہ دار ہیں ان کے پاس بڑی دولت ہے ۔ ورلڈ بینک والوں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ یہ جو ۔ ۔

developing countries یا underdeveloped countries ہیں جو ہم سے قرضے لیتے ہیں ۔ وہ اتنی رقم کے قرضے نہیں لیتے جتنے ان کے امیروں یا ان کے شیوخ یا ان کے نوابوں یا ان کے خانوں کے اکاؤنٹ ہمارے بینکوں میں ہوتے ہیں ۔ جناب اتنا قرضہ ہمیں نہیں ملتا جتنے ہمارے صاحب بہادروں کے پیسے وہاں کے بینکوں میں جمع ہیں ۔ ان کی منت کرو ۔ ان کی سماجت کرو ۔ ان کو غیرت دلاؤ کہ وہ حمیت سے کام لیں ۔ اگر نہیں اور طریقے استعمال کرو ۔ یہ اس ملک کی دولت ہے جس سے ہم مالامال ہو سکتے ہیں ۔ اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے

[Akhunzada Behrawar Saeed]

اس کے ساتھ جو دوسرا الیشو ملک ہے وہ زراعت ہے اور تیسرا صنعت ہے ان تینوں کو ملا کر خود انحصاری کی طرف ہمیں بڑھنا چاہیئے صنعت نے کیا ترقی کی ہے زراعت نے کیا ترقی کی ہے زراعت کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے یہ آپ سب جانتے ہیں۔ زراعت ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ بڑی اراضی ابھی تک غیر آباد ہے۔ بہت سی اراضی زیر آب آچکی ہے۔ جو لوگ سیڈ دیتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کھاد کو سستا مت کرو۔ گنے کی قیمت زمیندار کو زیادہ مت دو کیونکہ آئی ایم ایف ناراض ہوتا ہے لاحول ولاقوۃ، عجیب قرض دار ہے ہمیں قرضہ بھی دیتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہے۔ پھر ہم کشکول لے کر جاتے ہیں کہ جی اس میں ڈال دیجیئے۔ تو جناب زراعت کی طرف خاص طور پہ توجہ دی جائے۔ ٹھیک ہے صنعت کو آپ فروغ دے رہے ہیں، میں جاوید جبار صاحب کی اس بات سے میں متفق ہوں کہ یہ چیزیں تو آپ بنا رہے ہیں ان کے لیئے انفراسٹرکچر کہاں سے آئے گا۔ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ انفراسٹرکچر کیسے ہوگا اس کے لیئے سڑکوں کی ضرورت ہے گاؤں میں مارکیٹوں کی ضرورت ہے، جہاں پر یہ چیزیں تیار ہوتی ہیں اور انہیں بڑی سڑکوں سے لنک کرنا ہوتا ہے بڑی صنعتوں سے لنک کرنا ہوتا ہے بڑی منڈیوں کے ساتھ لنک کرنا ہوتا ہے۔ ہاربر کے ساتھ لنک کرنا ہوتا ہے۔

جناب والا! وہ زمینیں جو بیکار پڑی ہیں کسی کی ایک ہزار ایکڑ کسی کی پاس ہزار ایکڑ، کسی کی بیس ہزار ایکڑ بیکار پڑی ہوئی ہے اس کی طرف توجہ دیجیئے ان لوگوں کو کاشت کے لئے بیج بھی دیا جائے یہ آپ کا اسلامی فریضہ ہے اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ اتنی زمین اپنے پاس رکھیں جتنی آپ کو ضرورت ہے اور آپ خود اسے سنبھال سکتے ہیں۔ ہماری یہ حکومت جو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ زمیندارہ طبقہ کے ہاتھوں سے نکل کر ایک کارخانہ دار کے پاس گئی ہے اور جاگیرداروں کو پسند تو شائد نہ آئے ٹیکس ایک کام ضرور کرنا پڑے گا اور وہ ہے جناب، اگر میں جان کی امان پاؤں تو عرض کروں زرعی ٹیکس جو بڑا لازمی ہے بہت ہی ضروری ہے اس سے ہمیں بڑے فائدے مل سکتے ہیں بڑی آمدنی ہو سکتی ہے زکوٰۃ اور عشر کی وصولی اس کا لازمی جزو ہے ٹیکسوں کی وصولی وہ

بھی بڑی لازمی ہے۔ جناب والا! کسان یا کاشتکار بھی تو ہماری طرح کے انسان ہیں ان کو بھی جینے کا حق حاصل ہے۔ میرے لینڈلارڈ صاحبان ان کو بھی جینے کا حق ہے، جیئو اور جینے دو، جناب والا! یہ خود انحصاری صرف الفاظ سے نہیں ہوگی صرف ایڈ کے انکار سے نہیں ہوگی۔ ذرائع کو ترقی دینے سے ہوگی آپ اپنے ذرائع کو ترقی دیں گے تو ان سے معقول آمدنی حاصل کریں گے لوگوں میں جذبہ حب الوطنی پیدا کریں گے اور وہ لوگ جو کما سکتے ہیں اس میں contribute کریں گے تو تب جاکر ہم خود انحصاری پر عملدرآمد کر سکیں گے ورنہ یہ صرف الفاظ تک محدود رہے گا اور یہ محض الفاظ تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب میرا تو ایک بڑا اہم آئیٹم باقی ہے بس اور کچھ نہیں کہوں گا صرف اسی پر بات کروں گا وہ ہے کشمیر، بابری مسجد اور افغانستان یہ تو جناب بڑے اہم مسئلے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اخونزادہ صاحب اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے سب اہم مسئلے نوٹ کئے ہوئے ہیں لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ بعض مسئلے ایسے ہیں کہ repitition میں آجاتے ہیں وقت اسی لئے مقرر ہوتا ہے کہ سب معزز اراکین بات کر سکیں اب اگر ایک صاحب سارے پوائنٹس کو eleborate کریں گے تو باقیوں کے لئے کچھ نہیں رہتا۔ میرے خیال میں ان سارے مسئلوں کو ایک ساتھ لے کر پانچ منٹ میں اگر ختم کر دیں تو مہربانی ہوگی اس لئے کہ باقی اصحاب بھی بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی کچھ فرمانا چاہیں گے۔

میر حسین بخش بنگلزئی: مجھے اس بات پر بڑی خوشی ہے کہ میرے ایک محترم league جس جس فراوانی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ ان کا بالکل حق ہے لیکن ایک اصول کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا کہ آیا آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ مقرر کو کتنا وقت ملے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی یہ طے نہیں کیا۔

[Akhunzada Behrawar Saeed]

میر حسین بخش بنگلزئی: گویا ہر مقرر کا حق ہے جتنا وہ بولنا چاہے بولے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: لیکن ایک مناسب حد کے اندر۔

میر حسین بخش بنگلزئی: بات تو یہی ہے جناب، شکریہ۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: تو جناب آپ کے حکم کے مطابق میں تو کشمیر، بابری مسجد، افغانستان اور دفاع اہم مسئلے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ پانچ دس منٹ زیادہ سے زیادہ اور لے لیں اس لئے کہ آپ پہلے ہی ایک گھنٹہ دس منٹ بول چکے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب یہ وقت کی پابندی پہلے تو نہیں تھی اب میرے لئے کیوں آئی ہے اگر آپ نہیں چاہتے تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ personally ہمیں involve نہ کیا کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: personally کی بات نہیں ہے جناب والا! جس طرح سے انہوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا یا تو پہلے وقت مقرر کیا جاتا اور جو مجھ سے پہلے تقریر کر چکے ہیں وہ اس کی پابندی کرتے میں بھی شائد پابندی کرتا، لیکن اگر وقت مقرر نہیں کیا تو میرے لئے کیوں کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اخونزادہ صاحب اگر آپ اس context میں کبھی لیں جس طرح آپ فرما رہے ہیں تو بھی کوئی ـ ـ ـ ـ ـ

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب یہ تو وہ بات ہو گئی

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیّاد کی ہے

جناب ڈپٹی چیئرمین: اب آپ ختم کریں اور مجھے بولنے کا حق دیں۔ اس لئے کہ جب میں بولتا ہوں تو آپ بیچ میں بولنے لگ جاتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کیا فرما رہے ہیں اور میں کیا عرض کر رہا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ اس

debate میں کوئی صاحب اتنا لمبا نہیں بولے ہیں جتنا آپ اس وقت تک بول چکے ہیں اس کے باوجود بھی آپ چیئر کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ جی آپ تو قدغن لگا رہے ہیں تو یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان آپ کا ہے وقت بھی آپ کا ہے۔ اس بحث کو چار دن میں آپ نے مکمل کرنا ہے ہم نے اس میں کچھ نہیں کرنا آپ سب ساتھیوں نے مل کر شروع میں اسی لئے قدغن نہیں لگائی ہو سکتا ہے کوئی صاحب ایک گھنٹہ بولیں، کوئی صاحب دس منٹ بولیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو آئندہ ہم یہی کیا کریں گے کہ پہلے یہ طے کر لیا کریں گے کہ دس منٹ یا بیس منٹ اس سے زیادہ نہ بولیں لیکن آپ کی سہولت کے لئے ہمیشہ اس ہاؤس کی یہ روایت رہی ہے کہ ممبر صاحبان اپنی مرضی کے مطابق جتنا مناسب ہو بولیں تاکہ پھر سب کو بولنے کا موقع ملے میرے لئے تو کوئی فرق نہیں پڑتا آپ بولتے رہیں یا سارے صاحبان بولیں لیکن ہاؤس میں روایت یہی ہے کہ ہر آدمی کو اپنی رائے کے اظہار کا حق ملنا چاہیئے ہٰذا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ چیئر کی طرف سے کوئی قدغن لگائی گئی ہے کہ ایک صاحب زیادہ بولے ایک کم بولے، یہ بالکل ہماری سوچ نہیں ہے اور میرے خیال میں چیئر کے لئے یہ سوچنا مناسب نہیں ہے کہ ہم خاص طور پر آپ کے اوپر قدغن لگاتے ہیں آپ فرمائیں میں نے گزارش کی کہ اب اس پر بولنے کے لئے تو ایک صاحب جو بولنا شروع کریں گے تو دوسرے اصحاب نہیں بول سکیں گے آپ آپس میں فیصلہ کریں، محمد علی خان صاحب فرمائیں اس لئے کہ آپ نے اس کے لئے دن تو چار مقرر کئے ہیں اور آج دوسرا دن جا رہا ہے پیچھے دو دن رہ گئے ہیں۔

انو نزادہ بہرہ ور سعید: آپ کا حکم سر آنکھوں پر جناب والا! میں اس مسئلے پر یہ کہوں گا کہ ایک مضبوط دفاع یا جنگ کے لئے ہر وقت تیار ملک ہی جنگ سے بچ سکتا ہے اگر ہمارے پاس واقعی وہ طاقت ہے سائنسی طاقت ہے جس سے ہم اپنے دفاع کے لئے ایٹم بم بنا سکتے ہیں تو اعلان کیجئے کہ ہمارے پاس

ہے اس کو بنایئے کچھ نہیں بگڑے گا پھر یہ ہر وقت تلوار ہمارے سر پر نہیں لٹکے گی کہ اب فلاں شرط پوری کرو فلاں مطالبہ پورا کرو۔ اسرائیل اگر کر سکتا ہے اور لوگ کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی اجازت ہے تو ہمارے پاس انرجی کا کوئی متبادل نہیں ہے انرجی بڑا اہم شعبہ ہے اور خاص کر اٹامک انرجی کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ نیوکلر انرجی کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور ہماری فوج کو ہر وقت مضبوط اور جدید اسلحے سے لیس کرنا لازمی ہے چاہے جتنا بھی پیسہ اس پر خرچ ہو اسی طرح سے کشمیر کے مسئلے کے متعلق لپ سروس ختم ہونی چاہیئے یہ ٹھیک ہے کہ ٹی۔وی میں ذرا زیادہ کوریج دیا جاتا ہے لیکن اگر ہندوستان اس معاملے میں اپنی فوج وہاں بھیج سکتا ہے جو کہ ہماری طرح اس مسئلے میں ایک فریق ہے سیکورٹی کونسل میں تو ہمیں بھی کچھ مادی امداد کرنی چاہیئے افغانستان میں ہم نے دیکھ لیا کہ جب ضرورت تھی تو امریکہ بہادر ہمارے ساتھ تھا جب ضرورت نہیں رہی تو اس نے ساتھ چھوڑ دیا اب مگر وہاں دونوں مل کر ہار گئے انشاءاللہ اس میں ہم کامیاب ہوں گے لیکن پاکستان کی حکومت کو آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیئے ان مجاہدین کی ہر قسم کی مدد کرنی چاہیئے۔ بابری مسجد پر اور خاص کر جو وہاں ہمارے مسلمان بھائی ہیں ان کے ساتھ جو مظالم ہو رہے ہیں جس طرح سے ان کا خون بہایا جا رہا ہے اس پر صرف احتجاج سے کام نہیں چلے گا۔ ہمارے پاس لیاقت نہرو ایکٹ موجود ہے اس پر عملدرآمد کرنا ہمارا بھی فرض ہے اور ان کا بھی فرض ہے اس لئے اس پر توجہ دینی چاہیئے۔ اب جناب میں آخری آئٹم خارجہ پالیسی پر آتا ہوں اگر ہماری خارجہ پالیسی ہے۔ اس سے ہمارا اختلاف ہے کہ ہمارے پاس کوئی پالیسی ہے کیوں کہ وقت کے ساتھ ہم چلتے ہیں یا جس طرح سے ہمیں حکم دیا جاتا ہے اس طرح سے چلتے ہیں۔ بس یہ کہوں گا کہ یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں توڑ دو۔ جناب یہ وزیر صاحب تو غائب ہو گئے اس پر کیا کیا جائے سارے فارغ بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وزیر صاحب کو اس وقت کوئی ذاتی ضرورت پڑی ہے تو وہ تشریف لے گئے ہیں مجھے انہوں نے نوٹ دیا ہے کہ ان کے آدمی گیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ نوٹس لے رہے ہیں۔ بجرانی صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ لیکن فخر امام صاحب نے بتایا کہ وہ ذاتی مصروفیت کی بنا پر تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور ان کے آدمی نوٹس لیتے رہیں گے۔ کوئی سپیشل کمیٹی کی میٹنگ بھی اس وقت ہے۔ بجرانی صاحب تشریف لے آئے ہیں۔

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید</u>: جناب میں بحرانی صاحب کی عزت کرتا ہوں مگر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں گپیں لگا رہے ہیں۔ میرا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

<u>جناب ڈپٹی چیئرمین</u>: نہیں دوست بھی ان کی لکھنے میں مدد کر رہے ہیں۔

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید</u>: چلو میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا کوئی بات نہیں ہے۔

وزیر ہمیشہ وزیر ہوتے ہیں ہمارے پاس تب ہوتے ہیں جب حکومت میں نہ ہوں۔ جناب والا! خارجہ پالیسی پر میں یہ عرض کروں گا ہمارے اکثر سفارت خانے کچھ کام نہیں کرتے میں جن سفارت خانوں میں گیا ہوں میری بدقسمتی سمجھیں میں نے جب ان سفیروں کے ساتھ ملاقات کی تو ان میں سے کئی شراب کے نشے میں چور پائے۔ اگر کوئی کمیٹی تفتیش کرے تو میں ان کے نام بھی بتا سکتا ہوں اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے کہ وہ اچھے مسلمان ہوں اچھے پاکستانی ہوں اچھے کام کرنے والے وہاں ہونے چاہئیں اس وقت جو خلیج کے حالات ہیں اس سے ہم بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں معاشی طور پر بھی اور سیاسی طور پر بھی روس نے ایک دفعہ افغانستان میں داخل ہو کر افغانستان سے invitation لے لیا تھا امریکہ بہادر نے بھی سعودی عرب میں داخل ہو کر اس سے invitation لے لیا مجھے یہ یقین ہے کہ امریکہ لڑے گا نہیں لیکن میں امریکہ کو یہ یقین دلاتا ہوں صدام کے برخلاف کوئی بغاوت کوئی action نہیں ہوگا خواہ کتنے بھی دباؤ ڈالنے کے حربے استعمال کئے جائیں امریکہ بہادر! وہاں وہ آدمی پاپولر ہے وہاں کے لوگ مر مٹنے پر تیار ہیں میں صدام کا وکیل نہیں ہوں لیکن صدام ایک ایسی مسلم طاقت ہے جو اسرائیل کو ختم کر سکتی ہے اور جو مالک اسرائیل کے ساتھ ہیں میرا یہ قطعی فیصلہ ہے وہ ہمارے دوست نہیں ہو سکتے ان میں سے امریکہ بھی ایک ہے جتنا جلد ہو سکے ہم امریکہ سے اپنی جان چھڑائیں تو بہتر ہوگا امریکہ نے کبھی آڑے وقت میں ہمارا ساتھ نہیں دیا ہمارے پاس ان کا ۱۹۴۹ء کا معاہدہ ہے اس کی شقوں کی آڑ لے کر وہ پیچھے ہٹ گئے ۶۵ء میں پیچھے ہٹ گئے، ۷۱ء میں پیچھے ہٹ گئے اب پیچھے ہٹ گئے جناب! مشرق وسطیٰ کا یہ مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں یہ مکارانہ چال نہیں

[Akhunzada Behrawar Saeed]

چلے گی کو فلسطین کا مسئلہ اس سے الگ ہو جائے اور گلف کا مسئلہ اس سے الگ ہو جائے لیکن یہ دونوں ایک ہیں دونوں عربوں کے مسائل ہیں اور دونوں عرب ممالک ہیں ۔ دونوں عربوں کے دل میں ہیں لیکن امریکہ یہ جانتا ہے کہ اگر اس نے صدام پر وار کیا ہیں اس پر بھی یقین نہیں کرتا جناب عالی کہ صدام خود بخود سامنے آیا ہے ۔ اس کو پالا کس نے، بنایا کس نے، یہ حربی طاقت اس کو کس نے دی، اس کو اتنا مضبوط کس نے بنایا ۔ کس کے خلاف بنایا جب وہ ایک مسلمان ملک ایران کے خلاف لڑتا تھا تو کسی نے مداخلت نہیں کی جب انہوں نے صلح کر لی تو اس کی توجہ ہو گئی کہ ادھر یہ تو بہت بڑی طاقت بن گئی ہے اب اس کی آڑ لے کر یہ کام شروع کیا اور دوسرا ۱۹۷۳ء کی جنگ کو سامنے رکھا کہ اس وقت شہید فیصل نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا اس وقت انہوں نے پلاننگ کی کہ تیل پر ہمیں قبضہ کرنا چاہیئے اور امریکن فوجی اور برٹش فوجی یہ غیر مسلم ہیں اور اس لئے وہاں آئے ہیں کہ وہ اس تیل پر قبضہ کریں ۔ تیل پر قبضہ کرنے آئے ہیں وہ اسرائیل کے تحفظ کے لئے آئے ہیں ۔ نہ سعودی عرب کے ساتھ ان کی ہمدردی ہے نہ صدام کے ساتھ ان کی مخالفت ہے یہ صرف اپنے مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں ۔ ہمیں پاکستان کو ایران کو ترکی کو جو عجمی طاقتیں ہیں مل کر اس پر سوچنا چاہیئے ان کے درمیان صلح ہو سکتی ہے صدام اتنا بے وقوف نہیں ہوگا کہ وہ اتنی بڑی طاقت کو تباہ کرے اور امریکہ جانتا ہے اگر اس نے حملہ کیا تو ایک ہی حملے میں اس کے ساٹھ ستر امریکن تو گئے لقمہ اجل بن جائیں گے وہ امریکہ میں کیا جواب دے گا ۔ جنگ کا تو میری نظر میں صرف دباؤ ہے پریشر ہے یہ pressure tactics ہیں ۔ جنگ تو نہیں ہے مگر ان کا جو مقصد ہے وہ حاصل ہو گیا ہے کیا گارنٹی ہے کہ امریکہ اس ملک سے واپس جائے گا کبھی نہیں جائے گا میں امریکہ سے یہ عرض کروں گا کہ جناب والا! کبھی تو آپ بھی ہمارے دوست تھے ٹھیک ہے آپ نے ہمیں امداد دی آپ نے ہمیں فوجی امداد دی آپ نے ہمیں پیسے بھی دیئے لیکن یہ مت بھولیئے ہم نے آپ کے لئے بہت کچھ کیا ہم سنٹو میں آپ کی وجہ سے گئے سیٹو میں آپ کی وجہ سے گئے ہم نے بڈبیر کا اڈہ دیا ۔ ہم نے کئی اور اڈے بھی آپ کو دیئے ۔ افغانستان میں اگر ہم نے جنیوا معاہدہ کیا آپ کی اینڈ والس کو مدنظر رکھ کر کیا اور بھی آپ ہم سے توقع رکھیں گے لیکن اس توقع پر اب آپ تب پورے اتریں گے جب آپ ہماری

تمتع پر پورے اتریں گے تو جناب یہ امریکہ کسی کا دوست نہیں ہے اور ہر ملک اپنا مفاد دیکھتا ہے لیکن امریکہ بہت ہی خود غرض ملک ثابت ہوا ہے یہ روس سے بھی زیادہ خود غرض ہے اب وہ اور روس اکٹھے ہو گئے ہیں دو مختلف نظریات کے حامل اکٹھے ہو سکتے ہیں دو ازم اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ایک طرف وہ ہو گئے ایک طرف مسلمان اکٹھے ہو گئے یہ فرنٹ بن رہا ہے مسلمان کے خلاف بنا رہا ہے مسلمانوں کی طاقت کو وہ ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں پاکستان ایک بڑی طاقت ہے ایران بڑی طاقت ترکی بڑی طاقت ہے ان کو involve کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور ویت نام میں امریکہ مار کھا گیا ہے۔ یہ اب اپنی فوج نہیں لڑائے گا یہ انکل سام اتنا بیوقوف نہیں ہے اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ پاکستان کو یہاں پر ایک ثالث کا رول ادا کرنے کا موقع مل سکتا ہے مسلمان ممالک میں ہمارے صدر صاحب کا بہت احترام کیا جاتا ہے اُٹھیں اور چلیں۔ جنٹل مین کی طرح پھریں صدام سے ملیں سعودی عرب کو سمجھائیں اوروں کو سمجھائیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے مسلمان ملک کیوں تباہ ہو رہے ہیں اسرائیل کو کیوں نہیں تباہ کرتے ہو اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس وقت ہماری یہ جو پالیسی ہے یہ نہ قومی جذبات کے مطابق ہے نہ قومی مفاد کے مطابق ہے یہ صرف ایسی پالیسی ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ سعودی عرب میں جو مقدس مقامات ہیں ان کا تحفظ ہو ہم جانتے ہیں لیکن یہ صرف ان کا تحفظ نہیں ہے وہاں اگر اب اسرائیلی فوجی جاتے ہیں یا اور جاتے ہیں وہ اس کی حفاظت کریں گے کیا ہم نہیں کر سکتے یہ ایک بہانہ ہے یہ ایک جھوٹ ہے ایک فریب ہے ایک دھوکہ ہے امریکہ کا یہ دھوکہ اور نہ چلنے دیں فیصلہ کیجئے نہ امریکہ آپ کا دوست ہے نہ روس آپ کا دوست ہے۔ آپ کا دوست اگر ہے تو وہ ہے جو کہتا ہے لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! جناب سید عباس شاہ صاحب۔

سید عباس شاہ: میں اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے جناب چیئرمین آپ کی توجہ چند معروضات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جناب والا! یہ ایوان بالا ہے اس میں ہمیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر قوم کی نمائندگی کرنی پڑے گی اپنی کمتری اور برتری کے احساس کو دوسروں پر واضح نہیں کرنا چاہئے اپنی حدود میں رہ کر اپنے

[Akhunzada Behrawar Saeed]

دوستوں کی عزت کرنی چاہیئے۔ جناب والا! صدر مملکت نے اپنی آئینی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے مجلس شوریٰ کی وساطت سے ۸ نومبر کو قوم سے خطاب کیا یہ صدر مملکت کی ذمہ داری تھی کہ ہر سال یا نئی حکومت کے قیام پر اگلے سال کے لئے حکومت کے مشورے کے ساتھ ایک پالیسی بیان کرے۔ ۱۹۸۸ میں انتخابات کے بعد صدر مملکت جناب غلام اسحاق خان ملک کے صدر منتخب ہوئے اور انہوں نے اپنی ذمہ داری صحیح طور پر اور بجا طور پر پوری کی جیسا کہ میرے ایک دوست نے ان کی تقریر میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں انہوں نے اس وقت کی اسمبلی کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یقیناً جس اسمبلی کو یا جس پارلیمنٹ کو قوم منتخب کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم نے اس کو اپنے اعتماد کا ووٹ دیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے یا ۸ نومبر کو صدر مملکت نے دوبارہ اس منتخب حکومت کے متعلق وہی الفاظ دہرائے کہ آپ کو عوام نے اپنا اعتماد دیا ہے لیکن اس کے ساتھ انہوں نے یہ الفاظ بھی کہے کہ عوام جب چاہیں حکمرانی کا وہ حق واپس لے سکتے ہیں۔ منتخب نمائندوں کو امانت کے طور پر سونپ دیا جاتا ہے۔ انہوں نے ۱۹۸۸ کو اپنی تقریر میں کہا کہ آپ میں "یہ، یہ، خوبیاں ہیں - میں ہمیشہ یہی کہوں گا کہ جب بھی آپ کسی بھی منتخب نمائندہ ادارہ کو ایڈریس کریں گے اور اس کی جو خوبیاں بیان کریں گے وہ اس میں ہوں گی تو پھر ہی بیان کریں گے وہی الفاظ اب کسی دوسری صورت میں دہرائے گئے ہیں۔ اگر ہم اسی معیار پر پورے نہ اتر سکے تو وہی صورتحال دوبارہ پیش آسکتی ہے۔ یقیناً ۱۹۸۵ سے قانون میں ترمیم کے ذریعے صدر کو یہ حق دیا گیا کہ اگر ملک میں وہ حالات ہوں جو آرٹیکل ۵۸ (۲) میں مذکور ہیں تو صدر صاحب اسمبلی کو توڑ سکتے ہیں۔ قوم تو ان نمائندوں کو یہاں سے واپس نہیں لے جاسکتی اس لئے یہ اختیار کسی ادارے کو کسی شخص کو یا پارلیمنٹ کے کسی حصے کو دینا پڑے گا۔ یہ حق ہماری عدلیہ کے پاس نہیں ہے چونکہ پارلیمنٹ کے تین حصے ہیں، صدر مملکت، ایوان بالا اور ایوان زیریں۔ یہ حق ان میں سے کسی کے پاس ہونا چاہیئے اور یہ حق صحیح طور پر صدر مملکت کے پاس ہے۔ اس سے پہلے بھی اسی قسم

ہے اس کے لئے مزید وقت درکار ہوگا اور اس کے لئے ہمیں آگے بڑھنا ہوگا۔ صدر مملکت نے اپنی اس تقریر میں ایک عمل کا ذکر کیا جس کو احتساب کہتے ہیں۔ ہم نے اور زیادہ تر ممبران اسمبلی نے یہی رائے دی ہے کہ اس عمل کو institutionalize کرنا چاہیئے، اس کو ایک ادارے کے طور پر قائم کرنا چاہیئے اور اس process کو continue رکھنا چاہیئے۔

جناب والا! میں اس وقت عبوری حکومت کا ذکر کروں گا صدر مملکت نے اپنی صوابدید کے مطابق ایک عبوری حکومت الیکشن کرانے کے لئے قائم کی۔ ایک حکومت جس پر certain charges تھے، اس کو ہٹا دیا اور یہی عمل ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ حکومت جس کے متعلق شکایات تھیں، وہ اس قابل نہیں تھی کہ اسے عبوری حکومت دی جاتی natural course یہی تھا کہ جمہوری طریقے کو follow کیا جائے اور نتیجتاً لیڈر آف دی اپوزیشن کو ہی دعوت دینی پڑی اور اس کی سربراہی میں عبوری حکومت قائم ہوئی لیکن اس عرصہ کو ہمیں عبوری ہی رکھنا ہوگا اور ہمیں احتساب کے عمل میں اس دور کو بھی ڈالنا چاہوں گا اور اس دور کو احتساب میں ڈالنا چاہیئے۔ اس دوران کچھ ایسے فیصلے ہوئے ہیں، کچھ ایسے ایکشن لئے گئے ہیں جو کہ ایک عبوری حکومت کی صوابدید سے باہر ہیں یقیناً ان کا جائزہ لینا چاہیئے جیسے سعودی مملکت کو پاک فوج کا بھیجنا ہے۔ جناب والا! یہ فیصلہ ایک عبوری حکومت کا نہیں ہونا چاہیئے تھا، ان کو اس کے لئے ایک ماہ انتظار کرنا چاہیئے تھا، وہاں کوئی جنگ نہیں لڑی جا رہی تھی۔ اس وقت پارلیمنٹ کا یہ حصہ قائم تھا، اپر ہاؤس قائم تھا، اس کو بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ ایسے فیصلے ایک عبوری حکومت کو نہیں کرنے چاہییں، پارلیمنٹ کو چاہیئے کہ ایسے فیصلوں کو رد کرے۔ ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیئے جو یہ فیصلے کرے۔ میں اس عبوری حکومت میں کی گئی corruption کے بارے میں احتساب کی بات نہیں کر رہا ہوں احتساب ایسے سارے عملوں کا ہونا چاہیئے جن میں قوم کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس وقت کافی فیصلے ہوئے ہیں اور کچھ میں کل بھی وزیراعظم کے نوٹس میں لایا ہوں ان سے

[Syed Abbas Shah]

بارے میں پوچھ گچھ ہونی چاہیئے مالیاتی فیصلوں کی بھی پوچھ گچھ لازمی ہونی چاہیئے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یکدم بیس پچیس سفیر کیوں واپس بلائے گئے اور ان میں عرب ممالک اور گلف کے سفیر بھی تھے۔ جب کہ اس وقت ہمارے سفیروں کی وہاں ضرورت تھی۔ جب انہیں appoint کیا جا چکا ہے تو let the new government whosoever comes should decide کہ یہ اس قابل ہیں کہ ان کو رہنے دیں یا واپس بلالیں۔

جناب والا! آج تک اس ملک میں بدترین مثالیں برابر قائم ہیں جس کو کرسی پہ بٹھایا اُس نے پچھلے سے زیادہ غلط کام کیے ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پیشرو نے ایسے کیا تو وہ کیوں اس سے کم نکلے۔ جناب والا! میں چاہوں گا کہ یہ دور بھی احتساب کے عمل سے گزرے اور اسی ایوان سے مجھے توقع ہے کہ یہاں ان باتوں کو سوالات اور تحاریک کے ذریعے اُٹھایا جائے گا۔ تاکہ اس ملک میں جمہوری اقدار کو قائم کیا جائے۔ ہم کسی کے خلاف نہیں ہم نے یعنی اس ہاؤس نے جو الیکشن اللہ کے فضل سے لیا ہے وہ ملک کی بقاء اور بہتری کیلئے ہے اور جیسا کہ میرے دوست بہرہ ور سعید صاحب نے کہا کہ کسی شخص کو اس ہاؤس کو taken for granted نہیں لینا چاہیئے آج میری اپنی حکومت ہے جس پر مجھے فخر ہے مگر غلطی پہ اس کو بھی ضرور پکڑنا چاہیئے اور مجھے اس ہاؤس کے اراکین سے بھی توقع ہے کہ وہ انہیں غلطی سے روکنے کی کوشش کریں گے،

جناب والا! الیکشن کمیشن کے ادارے نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے موجودہ انتخابات بڑے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ کرائے ہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے انتخاب منصفانہ اور غیر جانبدارانہ کروائے ہوں۔ یقیناً انہوں نے اپنے محدود ذرائع کے مطابق ضرور کوشش کی ہو گی۔ لیکن اگر ہم ملک میں صحیح جمہوریت چاہتے ہیں تو پھر ہمیں الیکشن کمیشن کے resources کو بڑھانا ہو گا۔ جیسا کہ کل جاوید جبار صاحب mighty opposition member نے کہا کہ الیکشن کمیشن سیکرٹریٹ چند کمروں

اور عملے پر محیط ہے۔ ہمیں اس کے لئے بہتر طریقہ کار ملک میں رائج کرنا چاہیئے۔
تاکہ ہم اس سے بہتر اور صحیح نتائج نکال سکیں۔ میں یقیناً اس کا اعتراف کرتا ہوں
کہ باوجود محدود ذرائع ہونے کے انہوں نے غیر جانبدرانہ اور منصفانہ الیکشن کروا کر
ایک اچھی روایت قائم کی ہے اور اس میں یقیناً صدر صاحب نے major part
play کیا اور میں ان کو خراج تحسین پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔
حالانکہ ہر قسم کے ان پر اعتراضات ہوئے لیکن انہوں نے اپنا رول جو ادا کیا ہے اسے
تاریخ میں یاد رکھا جائے گا، اور وہ تاریخ کا ایک حصہ رہے گا۔

جناب والا! صدر مملکت نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اس ملک کو بہت بڑے
چیلنج درپیش ہیں اور بہت سی مشکلات جمع ہو گئی ہیں ہمارا معاشی نظام بگڑا ہوا
ہے اور بڑی بری حالت میں ہے اس کے اسباب کی اگر موقع ملا تو ضرور نشاندہی
کروں گا۔ ہمارے سیاسی حالات بگڑے ہوئے ہیں، ملک کے وسائل کم ہیں۔
ہماری خارجی پالیسی برائے نام ہے ان تمام challanges کا ہمیں سامنا ہے۔
اور موجودہ حکومت کو ان کا مقابلہ کرنا ہے جمہوریت میں رہ کر کرنا ہے جب کہ جمہوریت کی روح کی تنقید ہوتی
ہے جو بہتری کے لئے کی جاتی ہے اور جن میں تنقید برداشت کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے۔
وہ انشاءاللہ کامیاب ہو جاتے ہیں اس سے پہلے کی مثالیں موجود ہیں کہ جنہوں نے
تنقید برداشت نہیں کی ان کا انجام برا ہوا۔ میں کسی دور کی بات نہیں کروں گا لیکن لوگوں
کے اچھے اور برے انجام سے سب واقف ہیں اب مستقبل کی راہیں ہم نے متعین کرنا ہیں
پاکستان کو قائم ہوئے اللہ کے فضل و کرم سے 42 یا 43 سال ہو گئے ہیں مگر بہت
بڑی وبا ہندوازم ہے جس کا اثر ہم پر نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر ہندو کلچر کا اثر ابھی
تک ہم میں موجود ہے جو لوگ اب پیدا ہوئے ہیں انہوں نے تو ہندوازم نہیں
دیکھا مگر جو ذات پات کا اثر ہم پر ہے جو تعصب کا اثر ہم پر ہے یہ کسی
طرح ایک مسلمان معاشرہ میں نہیں ہونا چاہیئے۔ سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیوں اس ذات
پات کے تعصب میں پھنسے ہوئے ہیں کیوں میں پختون، پنجابی، سندھی کے چکر میں پڑا

[Syed Abbas Shah]

ہوا ہوں کیوں میں جاٹ، آرائیں اور راجپوت کے چکر میں پڑا ہوں، ہوں کیوں میں خٹک، یوسف زئی کے چکر میں پڑا ہوں یا اللہ یہ تو مسلمانوں کا ملک ہے یہاں پر ہم شریعت کی بات کر رہے ہیں، ہم تو اُس سوسائٹی کی بات کر رہے ہیں جس میں ذات پات کا چکر ہی نہیں نہ ہی شودر اور کھشتری کی بات ہے۔ لیکن ہم پہ اس کا اثر کیوں ہو رہا ہے۔ ہم نے سوسائٹی کو اس طرف کیوں دھکیلا ہے۔ یہ ذاتی کمزوریاں ہیں جو کبھی کبھی اسمبلیوں میں بھی آجاتی ہیں۔ اسی طرح یہی کمزوریاں چھوٹے چھوٹے گاؤں میں پائی جاتی ہیں، چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ ایک فطری عمل ہے جو اتنی تیز رفتاری سے ہو رہا ہے کہ کمزور حصے کا پتہ نہیں چل سکتا۔

اس وقت ملک میں چند ایسے مسئلے ہیں جن کو اگر حل نہ کیا گیا تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ خدانخواستہ ہم ایسی مشکلات میں پھنس جائیں گے، ایک دوسرے سے اتنے دور ہو جائیں گے کہ یہ فاصلے کم نہ ہو سکیں گے۔ لہذا پہلی بات پانی کی منصفانہ تقسیم کی ہے ہمارے ملک نے انڈیا کے ساتھ Indus Basin Treaty کا سمجھوتا کیا اور ہمارے چند دریا ہندوستان کے پاس چلے گئے ہمیں دو دریاؤں یعنی دریائے سندھ اور جہلم کے وسائل پر اکتفا کرنا پڑا۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ موجودہ پانی کو ایسے منصفانہ طریقے سے تقسیم کریں کہ ہماری زرعی ضروریات کے مطابق سب کو پانی مل سکے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

جناب والا! میں اسی جگہ پر ڈیم کی تعمیر کو کیوں روک رہا ہوں کسی جگہ پر ایک منصوبہ کی مخالفت کیوں کر رہا ہوں اس لئے کہ مجھے اپنے وسائل نہیں مل رہے سندھ کو ڈر ہے کہ پنجاب پانی روک لے گا۔ صوبہ سرحد کو ڈر ہے کہ سندھ پانی روک لے گا۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اس پانی کی منصفانہ تقسیم میں ناکام ہو رہے ہیں اور چالیس سال سے ناکام ہو رہے ہیں اس بارے میں کئی کمیشن قائم ہوئے مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ میرے خیال میں اس حکومت کو پہلا فیصلہ یہی کرنا چاہیئے اور چاروں صوبوں کو اکٹھے بٹھا کر یہ مسئلہ حل کرنا چاہیئے۔ اگر پانی کی تقسیم پر ہندوستان کے ساتھ پاکستان کا فیصلہ

ہو سکتا ہے تو کون سی مشکلات ہیں کہ سندھ اور صوبہ سرحد اور پنجاب اور بلوچستان کے مابین اس پانی کی تقسیم کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ فیصلہ ہو گیا تو کافی سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آج ہم انرجی سیکٹر میں پیچھے رہ گئے ہیں اور آواز بلند ہو رہی ہے کہ industrialization کی جائے گی۔ میں آپ کو لکھ کر دے سکتا ہوں کہ کوئی industrialization نہیں ہو گی اگر آپ کے پاس انرجی نہ ہو گی۔

جناب والا! آپ تین سالوں سے پانچ ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کر رہے ہیں جب کہ آپ کی ڈیمانڈ پندرہ ہزار میگاواٹ ہے آپ کیسے industr alization کر سکتے ہیں کیا ہم قوم کو دھوکا دے رہے ہیں۔ آپ پانی کی تقسیم کا فیصلہ کریں۔ نیوکلیئر انرجی یقیناً ہمیں پر امن مقاصد کے لئے چاہیئے۔ لیکن دریائے سندھ میں کے پانی سے تیس ہزار میگاواٹ پاور کی موجودگی ہے اسے استعمال میں لانا پڑے گا ہم اسے سب سے کم قیمت پر پیدا کر سکتے ہیں۔ یہی وسائل ہیں جن کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ ہمیں ان محدود وسائل پر self-reliance کرنی ہو گی وہ یہی چیز ہے۔ اگر آپ اربوں ڈالر کا تین سو میگاواٹ کا ایک نیوکلیئر پلانٹ خرید لیں تو آپ کو اس کا return کیا ملے گا جس بجلی کی فی یونٹ لاگت دس روپے بارہ روپے ہو آپ اس سے کیا کریں گے۔

The cheapest source of power generation is available in this country.

ہر نالے پر ہر ندی پر آپ کے پاور پلانٹ لگ سکتے ہیں۔ لیکن ہوا کیا ہے۔ اگر میں بنوں میں کرم تنگی پر ڈیم بنا رہا ہوں تو کچھ بنوں کے لوگ اٹھتے ہیں کہ اس کی تعمیر سے ہمیں پانی کم ملے گا۔ آپ وہاں پر ڈیم کیوں بنا رہے ہیں۔ بنوں کے لوگ کہتے ہیں کہ جی لکی مروت کو پانی چلا جائے گا۔ محروم رہ جائے گا۔ ان جھگڑوں سے ہمیں باہر نکلنا پڑے گا۔ جب میں وہاں پر ڈیم بناؤں گا تو مجھ سے پوچھا جائے گا کہ جی دریائے سندھ کا پانی آپ روک رہے ہیں، میرا حصہ ہے اس میں۔ جناب والا! اس کا فیصلہ کرنا چاہیئے اور

[Syed Abbas Shah]

سب سے source of electricity is available in the country. اسے استعمال کرنا چاہیئے ۔ یہ چیلنج ہے ۔ وقت محدود ہے ۔ ہم نے اس پر کافی محنت کی ہے کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں رپورٹیں ہماری تیار ہیں ۔ ہم اس پر بات کرنے کے لیئے تیار ہیں ۔ میں کسی صوبے کو represent کرتا ہوں اپنے حقوق کو بھی جانتا ہوں ۔ دوسرے کے حقوق کو بھی جانتا ہوں ۔ اس کے حل کے لئے حکومت کی طرف سے ایک effort ہونی چاہیئے تاکہ ہم آگے بڑھیں ۔ صوبائی حکومتوں کے پاس ان کے کیس تیار پڑے ہیں ۔ صوبہ سرحد کی حکومت تیار ہے ۔ پنجاب کی حکومت تیار ہے ۔ سندھ کی حکومت تیار ہے کیوں status quo کو maintain کیا جا رہا ہے ۔ قوم کو دھوکہ دیا جا رہا ہے ۔ اگر لوگ کہتے ہیں کہ جی status quo کو maintain کرو تو زیادہ سے زیادہ دو تین سال اور گزار لیں گے ۔

اس کے بعد ہم اپنے communication system پر بات کریں گے ۔ انڈسٹری قائم ہو ہی نہیں سکتی جب تک infrastructure موجود نہ ہو ۔ infrastructure تو main چیز ہے ۔ کیا آپ کے ملک کے ذرائع آمدورفت اس قابل ہیں ۔ کیا یہ سڑکیں اور ریلوے اس قابل ہیں کہ آپ کے goods کی up country and down country movements ہو سکے ۔ میرے ملک میں اسی فیصدی consumer goods باہر سے import ہو رہی ہیں اور وہ کراچی سے یہاں پہنچتی ہیں ۔ آج جو تیل کی قیمت ہے اس کے پیش نظر غور فرمائیں کہ اگر میں پشاور میں رہتا ہوں یا درہ خیبر میں رہتا ہوں یا مردان میں رہتا ہوں تو مجھے وہ چیز کس قیمت پر ملے گی ۔ کیا آپ کو یہ احساس ہے ۔ کیا مجھے compensate کیا جا رہا ہے ۔ اگر یہ differences برقرار رہیں گے تو مجھ میں اور کراچی کے رہنے والے ہیں ..... میں کسی کے خلاف نہیں ہوں ۔ کراچی میں سندھی پختون پٹھان سب بیٹھے ہوئے ہیں ۔ لیکن آپ نے ملک کے ہر شہری کے حقوق کی طرف

دیکھنا ہوگا۔ کراچی کے سمندر کے کنارے سے اگر کوئی چیز چل کر مجھ تک پہنچتی ہے تو اس کی قیمت مجھے پشاور میں کیا پڑے گی۔ بنوں میں اس کی کیا قیمت پڑے گی۔ کیمبلپور میں کیا قیمت پڑے گی۔ جہلم میں کیا قیمت پڑے گی۔ ان لوگوں کو آپ نے compensate کرنا ہوگا اور دونوں میں یکسانیت پیدا کرنی ہوگی۔ اگر یہ نہ ہوا تو مجھ میں احساس کمتری رہے گا اور میں کبھی بھی آپ کے ساتھ اکٹھا نہیں رہ سکوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شیخ صاحب گزارش یہ ہے کہ ذرا لالیکا صاحب کو جگائیں، وہ سو رہے ہیں۔ لالیکا صاحب سو رہے ہیں ان کو ذرا جگائیں۔

سید عباس شاہ۔ میرے خیال میں میری تقریر بہت لوری والی تھی تو یہ سو گئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ یہ تو چونکا دینے والی ہے full of ideas ہے سونا نہیں چاہیئے جاگنا چاہیئے

سید عباس شاہ۔ جناب والا! میں کوشش کروں گا کہ جو درد میرے دل میں ہے وہ یہاں بیان کروں کیونکہ مجھے قوم نے اپنا نمائندہ بنا کر یہاں بھیجا ہے اور مجھے اس ایوان پر، اس پارلیمنٹ پر فخر ہے۔ فخر اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اس کی خوبی ہے۔ لیکن یہ دنیاوی الفاظ ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان نے اپنا کردار صحیح طور پر ادا کیا ہے اور آئندہ بھی صحیح طور پر ادا کرے گا جناب والا! میں communication sector کی بات کر رہا تھا۔ ہماری آئندہ پالیسی پر بھی اس کا اثر ہے اور میں اس پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں جس سے کل پوچھا جائے گا۔ خواہ میری آواز صحیح ہے یا نہیں لیکن میری ذمہ داری ہے اپنی پارٹی کے لئے جوابدہ رہنا کیا ان مسائل کو آپ نے سامنے رکھا ہے communication ہماری ایک basic ضرورت ہے۔ اب ہمارے پاس ایک پورٹ ہے۔ کراچی پورٹ اور قاسم پورٹ دونوں کو میں ایک سمجھتا ہوں پندرہ بیس یا تیس میل فاصلہ کچھ نہیں ہے۔ ہمیں ایک دوسری پورٹ کی ضرورت ہے اور اسے national priority ملنی چاہیئے۔ مکران کی coast پر ایک پورٹ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہاں پر ایک نیا city develop ہوگا۔ کراچی کی طرح ایک نئی جگہ آباد ہوگی۔ کراچی میں اب اس قدر گنجائش نہیں رہی کہ اس میں مزید لوگوں کو

[Syed Abbas Shah]

آباد کر سکیں۔ ہمیں ایک first class infrastructure مہیا کرنا چاہیئے
اس طرح port پر زیادہ کاسٹ نہیں پڑے گی کراچی کے fishing harbour
کے علاوہ مزید fishing harbours بنانے چاہئیں آپ مکران کے ساحل پر کسی
موزوں جگہ پر آپ بنائیں وہاں تک سڑک ہو تو وہ خود بخود develop ہو جائے گا۔
ملک کی ضروریات کے مطابق develop ہو گا وہاں شہر آباد ہوں گے۔ لاکھوں
لوگوں کے لیئے روزگار مہیا ہو گا۔

This will be the way of generating employment in our country.

industrialization کی ضرورت ہے لیکن پہلے ہمیں چند بنیادی ضروریات
پوری کرنے کے لیئے اقدامات کرنے پڑیں گے۔ جناب والا! ایک سیکٹر ہے ریلوے۔
بجرانی صاحب موجود نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ریلوے کو درست کرنا یقیناً ایک
بہت بڑا چیلنج ہے ہر بار جو ریلوے منسٹر آیا ہے اس کو میں نے یہی بات اپنی private
talk میں کہی کہ ملک کے مواصلات کو اگر آپ نے ترقی دینی ہے تو۔
یورپ میں آپ دیکھیں، جاپان میں آپ دیکھیں۔ وہاں ریلوے کا نظام اہم کردار
ادا کرتا ہے۔ پاکستان جب بنا تھا تو Railway was the most efficient
department, the most successful revenue earning system.

لیکن آج ہمارا ریلوے سسٹم بدترین مثال پیش کرتا ہے۔ لاہور میں مغلپورہ
ریلوے ورکشاپ اس قابل ہے کہ آپ کے لیئے ٹینک بنا سکے۔ لیکن اس کے
۷۵ فیصد مزدور وہاں پر کام نہیں کر رہے ہیں وہاں پر in efficiency develop
ہوئی ہے ہر حکومت ڈر رہی ہے کہ اگر ایکشن لیا تو یہ مزدور حکومت کی مخالفت کریں
گے۔ اس چیلنج کو قبول کرنا چاہیئے۔ اگر دس ہزار آدمی دس کروڑ کے لیئے ناسور بن
رہے ہیں تو ان کو روکنا چاہیئے۔ ہمیں جرأت سے یہ ایکشن لینا چاہیئے اگر
میری ایک انگلی میں ناسور ہے تو مجھے وہ انگلی کاٹنی پڑے گی۔ کیونکہ اس
سسٹم کو ہم نے آئندہ ڈویلپ کرنا ہے۔

for the development of this country, for the future generations. for the future of our young people.

یہ کام ہمیں کرنا پڑے گا اور یہ چیلنج ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔ جناب والا! چھوٹے بچوں سے وزارتیں نہیں چلتیں۔ کسی کو اس چیئر پر خوش کرنا کہ میں فلاں وزارت آپ کو دے رہا ہوں یہ کوئی بات نہیں۔ حکومت کی کمزوریوں کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ قوم بیدار ہو چکی ہے۔ اسمبلیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ موجودہ حکومت کو ایک واضح مینڈیٹ ملا ہے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ پاکستان کی بہت سی جماعتوں نے مل کر اس حکومت کو قائم کیا ہے۔ ان میں جماعت اسلامی جمعیت علماء پاکستان، نیشنل عوامی پارٹی، مسلم لیگ اور بھی کئی جماعتیں شامل ہیں۔ سب نے اکٹھے ہو کر اس حکومت کی تشکیل کی ہے اور اگر آج اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ناکام ہوتی ہے تو آپ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ پھر جمہوریت کا نام ہمیں نہیں لینا چاہئے۔ اگرچہ اس میں ایسی بھی بعض پارٹیاں شامل ہیں جو کئی امور پر ہماری ہم خیال نہیں لیکن ملکی ضرورت کے پیش نظر ہم اکٹھے ہو گئے اس کے باوجود اگر ہم ملک کی ترقی کی طرف نہ بڑھ سکے اور status quo کو قائم کرتے رہے اور بچوں سے منسٹریاں چلاتے رہے تو یہ چیز ہمیں زیب نہیں دے گی اور نہ ہم کامیاب ہوں گے بلکہ ہم ملک کے ساتھ دھوکہ کریں گے۔

جناب والا! ہمارے ملک میں قانون سازی کے متعلق ایک طریقہ کار ہے اگرچہ پچھلی اسمبلی ۱۸ ماہ میں کوئی قانون سازی نہیں کر سکی۔ جناب والا! یقیناً پارلیمنٹ ایک قانون ساز ادارہ ہے اور قانون سازی کرنا اس کی ذمہ داری ہے سینیٹ نے قانون سازی میں کبھی بھی کوئی سستی نہیں کی اس معاملے میں، ہم کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے پرائیویٹ بل پیش کر کے بھی ہم نے قانون سازی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ دن گن لیں تو سارے سال میں ۱۵ دن بھی پرائیویٹ ممبرز ڈے نہیں ملتے پھر بھی شریعت بل کے لئے ہر قسم کی کوشش کی گئی، چونکہ یہ ملک نظریہ اسلام پر بنا ہوا ہے ہم نے بچپن میں یہی آواز سنی تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ تو میرے خیال میں پاکستان کے

[Syed Abbas Shah]

۹۹ء۹ فیصد عوام کی یہی خواہش ہے کہ ملک میں شریعت نافذ ہو۔ ہمارے منشور میں صاف الفاظ میں لکھا ہے جیسے کہ میرے بزرگ قابل قدر ساتھی قاضی حسین احمد صاحب نے کہا کہ منشور میں صاف الفاظ میں لکھا ہے اور قرارداد مقاصد اس کا حصّہ بن چکا ہے اگر نیت صحیح ہوتی تو کسی دوسرے شریعت بل کی ضرورت نہیں تھی اس ایوان نے تمام تقاضوں کو پورا کیا ہے اب بھی میرا یہ ایمان ہے اور مجھے یقین ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس بل کی خاص ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں قانون قرآن اور سنت کے مطابق قوانین نافذ ہوں تو ہمیں روک کس چیز کی ہے غلام اسحاق خاں صاحب اس سینیٹ کے چیئرمین تھے اور انہوں نے ایک process شروع کیا اور اسلامی نظریاتی کونسل نے جس کا کل قاضی صاحب نے ذکر کیا۔ قانون سازی کے لئے ہماری رہنمائی کرنے کی کوشش کی۔ اس کی رپورٹوں کی ریڈنگ شروع ہوئی ان پر بحث مباحثہ شروع ہوا مجھے یہی سمجھ آتا ہے کہ اس ملک میں اگر اسلامی قوانین نافذ ہوں گے تو وہ کسی بل سے نہیں ہوں گے ہمیں اب codification of laws کرنا ہوگا اور قانون سازی کی طرف آگے بڑھنا ہوگا جس کی طرف ہم نہ بڑھ سکے، سات سال ہم نے ضائع کر دیئے نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے چیئرمین پروفیسر خورشید احمد ہیں۔ جناب والا! پچھلی تقریر میں آپ سے پوچھا تھا کہ اس کام کو کیوں روک دیا گیا ہے تو آپ نے کہا تھا کہ میرا قصور نہیں۔ میں نے کہا اس چیئر اور ہاؤس دونوں کا قصور ہے نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر غور کو ہم نے کیوں روک دیا۔ روکا اس لئے کہ شریعت بل آگیا اور ہمیں بہانہ مل گیا اس شریعت بل نے ہمیں اسلامی قانون سازی سے روکا ہے یہ میرا ایمان ہے اور میرا اعتقاد ہے میں غلط ہوں یا ٹھیک ہوں یہ میری اپنی رائے ہے اس نے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیا ہم نے اس کو اس لئے پاس کیا اور لوگ کہتے بھی ہیں کہ آپ نے جلدی میں کیا کہ یہ رکاوٹ ہمارے سامنے سے ہٹ جائے، ہو سکتا ہے کہ اس کو سیاسی طور پر بھی استعمال کیا گیا ہو جناب والا! ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے اور ہمیں

ایک دن بھی نہیں رکنا چاہیئے میری اب بھی یہی رائے ہے کہ شریعت بل پاس ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا ہے، ہمیں اپنے ۱۹۷۳ اور ۱۹۸۵ کے آئین کے مطابق اپنے اسلامی قانون سازی کے کام کی طرف آگے بڑھنا چاہیئے اور یہی ایک حل ہے دوسرا کوئی حل نہیں ہے اور اگر ہم نے ملک میں اسلامی قانون نافذ کیا تو ایک منصفانہ معاشرہ ہمیں مل سکے گا اور ہم ناانصافی کے خلاف عدالتوں میں جا سکیں گے اور اس ناانصافی کو ہم روک سکیں گے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ وزارت خارجہ کی طرف دلاؤں گا میں نے پچھلے پانچ سال میں ہر تقریر میں کہا کہ ہمارا چھٹا سال پورا ہو رہا ہے اور اگر پچھلا ریکارڈ دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ بنیادی مسئلہ کشمیر ہے یعنی نمبر ون مسئلہ کشمیر ہے کشمیر ٹیکنیکلی اور by right as a Muslim پاکستان کا جوڑ ہے کشمیر ہمارا حصہ ہے اور کشمیر کا فیصلہ جو ہے وہ وہاں کے عوام کی مرضی کے مطابق ہو گا اور یہ ہمارا مسئلہ سرفہرست ہونا چاہیئے۔

جناب والا! میں یقیناً جناب ضیاالحق مرحوم کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ جس وقت افغانستان کا مسئلہ اٹھا تو اس نے بڑی جرأت مندی سے اس برصغیر میں اپنا کردار ادا کیا اس وقت ہمارا کوئی دوست نہیں تھا، دوست سے میری مراد مغربی بلاک کی دوستی ہے کیوں کہ مشرقی بلاک میں روس کے ساتھ ہماری مخالفت تھی اور مغربی بلاک سے کوئی امید نہیں تھی لیکن اس نے اپنے محدود، محدود نہیں بلکہ non-available resources کے مطابق اس چیلنج کو قبول کیا اور ہم آگے بڑھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرخرو کیا لیکن ان کی وفات کے بعد بلکہ میں دونوں کو ایک دوسرے سے منسلک کروں گا جینوا معاہدہ کے بعد ہماری پالیسی مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ ہماری فارن پالیسی فیل ہو چکی ہے کیونکہ کوئی ہے نہیں جو اس فارن پالیسی کو چلائے میرے عزیز دوست جو کہ کبھی کبھی جوش میں آ کر ہمیں گالیاں بھی دے دیتا ہے بہرہ ور سعید صاحب نے کہا کہ جی لوگ شراب پیتے ہیں اس کا ہمارے پاس کوئی جواز

[Syed Abbas Shah]

نہیں ہے نہ ہم پوچھ سکتے ہیں لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکثر سفارت خانے جو بیرون ملک ہیں وہ ایسی حالت میں ہیں کہ میں کہوں گا کہ وہاں chaos پایا جاتا ہے آپ اپنے سفارت خانوں میں جائیں there is no administrative set-up گلف کے crisis کو ہم ہینڈل ہی نہیں کر سکے اسکا کیا نتیجہ نکلا - ہمارا کیا رول ہے ضیاءالحق صاحب ایران کے مسئلے میں بھی میجر رول ادا کرتے رہے بڑی اچھی پالیسی انہوں نے اس وقت چلائی تھی لیکن بعد میں ہمارے کوئی پالیسی ساز ادارے رہے ہی نہیں - یقیناً گلف کے crisis میں ہماری خارجہ پالیسی فیل ہو گئی ہے افغانستان میں ہماری پالیسی یقیناً فیل ہوئی ہے کشمیر میں ہم اس قابل نہیں ہوئے، جیسے کہ قاضی حسین احمد صاحب نے کہا سوائے زبانی دعووں کے وہ بھی قوم نے ہم سے زبردستی کروائے ہیں یعنی ہماری حکومتوں سے کروائے ہیں کشمیر کے بارے میں ہماری خارجہ پالیسی فیل ہو چکی ہے ہم اس قابل نہیں ہو سکے کہ افغانستان کے مہاجرین کو با عزت طریقے سے ان کے گھروں میں واپس بھیج سکیں۔ جناب والا! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہاں پر اقتدار کے لئے کیا ہو رہا ہے ۔ ان تیس لاکھ افغان مہاجرین کو ہم باعزت طور پر ان کے گھروں میں واپس کیوں نہیں بھیج سکے - جناب والا! جو لڑائی میدان میں ہم نے جیتی تھی ٹیبل پر اس جنگ کو ہار دیا۔ یا اللہ اب ہم کو ہمت دے کہ ہم اس کے ہاتھ سے نکلیں اور اس پالیسی کو ہم اس لائن پر ڈائریکٹ کر سکیں کہ ہم آگے بڑھیں۔

جناب والا! بات فوجی طاقت کی ہو رہی تھی۔ ملک کو ضرور ایک اچھی فوجی طاقت چاہیئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ملک کے جو حالات ہیں ہماری فوج اس قابل ہے کہ they can look after themselves وہ اپنا بجٹ، اپنی ضروریات ملک کے وسائل سے صحیح طور پر لے رہی ہے اور لے سکے گی اور یہ ہمارا وعدہ ہے کہ اگر ہمیں ایک قمیض میں رہنا پڑے تو ہم رہیں گے لیکن ان کی ضروریات پوری کریں گے لیکن تعداد سے فوج نہیں بڑھتی —

کا واقعہ ہوا تھا ۱۹۸۸ء میں اسمبلی توڑی گئی تھی لیکن اس اسمبلی کا توڑنا اس معیار پر پورا نہ اترا جو آئین میں مذکور تھا اس صورت میں عدالت کو بھی اس پر اپنی رائے دینے کا حق تھا اس لئے اس نے اپنی رائے دی یعنی فیصلہ دے دیا کہ اسمبلی توڑنے کے بارے میں صدر کا حکم غلط تھا۔ اس وقت حالات ایسے نہیں تھے جن کے تحت اسمبلی کو توڑا جاتا۔

موجودہ حالات میں دو پہلو ہمارے سامنے آگئے ہیں (۱) سابقہ حکومت اور اسمبلی کی جو خامیاں تھیں وہ بھی سامنے آگئی ہیں جن کے پیش نظر اسے توڑا گیا تھا اور (۲) اس کی جو خوبیاں تھیں وہ بھی سامنے آگئی ہیں۔ صدر مملکت نے جس وقت اسمبلی توڑی تو مختلف لوگوں کی طرف سے جن کی اپنی اغراض تھیں شکوک و شبہات کا اظہار کرنا شروع کر دیا کہ الیکشن نہیں ہو رہے ہیں بلکہ مارشل لاء آ رہا ہے۔ جناب والا! مجھے یاد ہے اور میں نے اس وقت بھی اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہمیں اعتماد ہے کہ الیکشن ۹۰ دن کے اندر اندر ہوں گے اور جب اس سینیٹ کا اجلاس بلایا جائے گا تو انشاء اللہ ہم اس کو مزید ensure کریں گے اور وہی ہوا ہمیں صدر مملکت پر اعتماد تھا اور اس سینیٹ پر اعتماد تھا چنانچہ اس ملک میں دوبارہ الیکشن ہوئے اور صدر مملکت نے بھی اپنی تقریر میں اس کا ذکر بھی کیا ہے بہر حال ۹۰ دن میں الیکشن بھی ہوئے اور حکومت بھی قائم ہو گئی۔

یقیناً جمہوریت کے لئے یہ ایک بہتر عمل ہے۔ جمہوریت ایک دن میں قائم نہیں ہو جاتی، چند مہینوں میں قائم نہیں ہوتی، چند سالوں میں قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کی اپنی ایک روایت ہوتی ہے اور اس کی بقا کے لئے متواتر جدوجہد جاری رکھنی پڑتی ہے جس کے نتیجے میں ہر ملک میں وہاں کے مقامی طور طریقوں اور رواج کے مطابق ایک form of democracy وجود میں آتی ہے۔ ہم بار بار یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اس لئے ہماری جمہوریت، مغربی جمہوریت کی نقل نہیں ہو گی۔ یہ جمہوریت صرف اور صرف اسلامی اقدار اور ملکی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائم ہو گی۔ اس کے لئے ۱۰ مہینے، ۱۵ مہینے یا ۲ سال بہت تھوڑے ہیں، یہ بہت تھوڑا عرصہ

[Syed Abbas Shah]

but they should have the equipment and technology for a good force or Army in the country

بہت شکریہ جناب ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! جناب حسین بخش بنگلزئی صاحب ۔

میر حسین بخش بنگلزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین! آج اس معزز ایوان میں صدر صاحب کی تقریر زیر بحث ہے اس تقریر کو اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اس میں ایک عزم، اعتماد اور روشنی نظر آتی ہے میں اپنی گزارشات کو صرف اور صرف صدر صاحب کی تقریر کے حوالے سے پیش کرونگا ۔ جناب چیئرمین! ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ میرا ایمان ہے کہ کبریائی صرف اللہ کی ذات کے لئے ہے ۔ انسان کبریا نہیں بن سکتا اور کبریائی کا دعویٰ انسان کو زیب نہیں دیتا اس لئے کہ انسان محتاج ہے اور اللہ کی عنایتوں کی اسے لمحہ بہ لمحہ ضرورت ہے میں صدر گرامی قدر کی تقریر سے ایک حوالہ دوں گا وہ فرماتے ہیں "بسا اوقات رب ذوالجلال کی عنایتوں پر ممنونیت کے جذبات اور اس پاک ذات کی مہربانیوں پر سرخوشی کا احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ انسان نہ وہ مناسب الفاظ تلاش کر پاتا ہے جو اس شدت کا احاطہ کر سکیں نہ ایسے بیان کے وہ پیرائے سجھائی دیتے ہیں جو ان کے بھرپور اظہار کے لئے ضروری ہوں ۔ آج میری کم مائیگی کا عالم بھی کچھ ایسا ہی ہے "۔

الفاظ کے ان پیرائے میں اس شخص نے جس عجز و نیاز کے ساتھ جس کم مائیگی کے ساتھ رب ذوالجلال کی ممنونیت کے لئے جن الفاظ کا انتخاب کیا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ صدر مملکت کے خطاب کو انہی الفاظ سے شروع ہونا چاہیئے تھا ۔ جناب صدر صاحب نے فرمایا ہے کہ عوام جب چاہیں حکمرانی کا وہ حق واپس لے سکتے ہیں جو منتخب نمائندوں کو امانت کے طور پر سونپا جاتا ہے

سے تعلق ہے مجھے خبر نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے سیکرٹیریٹ کی طرف سے سیکرٹری صاحب پارلیمنٹری افیسرز کو پارلیمنٹ ڈویژن کو باقاعدہ نوٹ بنا کر بھیج دیں بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ بہت سے موقعوں پر کوئی بھی منسٹر صاحب ہاؤس میں موجود نہیں ہوتے اور یہ بہت sessions بات ہے میرا خیال ہے اس ہاؤس کو اتنا lightly نہیں لینا چاہیئے نہ ہی اس بزنس کو صدر صاحب کے خطاب پر جو بحث ہو رہی ہے اس میں معزز اراکین بہت اہم نکات بیان کر رہے ہیں اور نئی نئی تجاویز بھی دیتے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر منسٹر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ شکریہ! بنگلزئی صاحب۔

میر حسین بخش بنگلزئی: جناب والا صدر صاحب نے اس ارشاد کے بعد کہ پاکستان کے عوام کو جمہوریت سے کس قدر لگاؤ اور محبت ہے یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ پاکستان کے اندر جمہوریت کے لئے مسلسل جدوجہد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی طاغوتی قوتوں نے حکمرانی کی کوشش کی تو ملک کے کونے کونے سے جمہوریت کے حق میں ان کے خلاف آواز اٹھی زبردست تحریکیں چلیں جس کے نتیجے میں طاغوتی قوتوں کو اپنی بساط لپیٹنا پڑی۔ جناب والا آپ کو یاد ہو گا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب پاکستان بن رہا تھا اس وقت بھی ایک مرحلہ پر ریفرنڈم کی ضرورت پڑی تھی اور پاکستان کے عوام نے جمہوری انداز سے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا پاکستان کے قیام کے لئے ووٹ دیا گویا پاکستان کے وجود کے لئے لوگ ووٹ اور انتخاب کو ضروری سمجھتے ہیں اس لئے یقینی بات ہے کہ حکمرانی کے لئے بھی ملک میں جمہوریت کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ صرف ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس کے لئے اپنے عملی کردار کا بھرپور اظہار بھی کرتے ہیں جس کا ثبوت عوامی انتخابات ہیں اور ان انتخابات کے اندر عوام کی رائے شماری کا تناسب بڑا ہی اچھا ہے۔ چنانچہ صدر صاحب فرماتے ہیں۔

"اسمبلی کی تحلیل کی صورت میں آئین ۹۰ دن کے اندر انتخابات کی شرط لگاتا ہے۔ اسمبلی ۶ اگست کو توڑی گئی تھی اور نئے منتخب وزیراعظم نے ۶ نومبر کو اپنے

[Syed Abbas Shah]

ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ ہم صرف ایک چیز میں یقین رکھتے ہیں کہ جو حکمرانی کا حق ہے وہ عوام کی طرف سے حکمرانوں کے پاس امانت ہے۔ صدر مملکت نے اپنی اس تقریر میں عوام کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ عوام جب چاہیں اپنے اس حق کو اپنے اس اختیار کو حکمرانوں سے واپس لے سکتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ وہ تنبیہ ہے یہ وہ بنیادی اصول ہے جس کے ذریعے صدر صاحب نے حکمرانوں کو متنبہ کیا ہے کہ حکمرانی کا یہ حق آپ کے پاس صرف اور صرف امانت کے طور پر ہے ہم نے یہاں پر اس ملک کی تاریخ میں اس قسم کے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے صرف اور صرف طاقت کو کرسی کے اندر سمجھا مگر نہ کرسی ان کا ساتھ دے سکی اور نہ وہ طاقت ان کے پاس رہی لہٰذا آج کے حکمرانوں کیلئے بھی اس سے زیادہ واشگاف الفاظ میں بتانے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جناب یہ امانت آپ کو تفویض کی گئی ہے صرف اور صرف قوم کی طرف سے اور جب آپ اس امانت کے اندر خیانت کے مرتکب ہوں گے تو یہ آپ کا حق آپ سے چھینا جائے گا۔ جناب صدر صاحب فرماتے ہیں۔ "آپ آئین اور قانون کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ایک جمہوری عمل سے گذر کر یہاں تک پہنچے ہیں آپ کی یہاں موجودگی جمہوریت سے پاکستانی قوم کی مکمل وابستگی اس کے جمہوری مزاج اور سیاسی شعور کی پختگی کا وہ منہ بولتا ثبوت ہے جس نے شکی المزاج معترضین کی ہر بدگمانی کو بے جواز اور ہر اعتراض کو بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔"

قاضی حسین احمد: جناب وزراء میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

Dr. Bisharat Elahi: Sir, can we carry on with a debate o[n] government policy in the absence of even a single Minister from th[e] Government side.

جناب ڈپٹی چیئرمین: قاضی صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ لیکن بار بار کہنے کے باوجود بھی چیئرمین یا چیئر کی طرف سے ہم کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اس وقت گیلری میں ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کا کس ڈویژن یا ڈیپارٹمنٹ

عہدے کا حلف اٹھایا، گویا ۹۰ دن میں نہ صرف انتخابات منعقد ہوئے بلکہ انتخابی عمل کے باقی تمام مراحل بھی طے ہوئے اور نئی حکومت بھی معرض وجود میں آ گئی، میں اسے صرف اور صرف خدائے لم یزل کا بے پایاں فضل سمجھتا ہوں جو دلوں کے بھید جانتا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ کی گئی کوششوں کو ہم کنار کرتا ہے"۔

جناب والا! انتخابات کے عمل کو مکمل کرنے میں جس حد تک جمہوری انداز میں پاکستان کے عوام نے اپنی شرکت کا اظہار کیا ہے اس حوالے سے میں صدر مملکت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں صدر مملکت نے اپنی مدبرانہ صلاحیتوں سے اس ملک کو دو دفعہ جمہوریت کے راستے پر ڈالا ہے اور وہ تمام لوگ جو مختلف مراحل پر اس شک کا اظہار کرتے تھے کہ اس ملک کے اندر انتخابات ہوں گے بھی یا نہیں ان کے اطمینان کے لئے صدر صاحب نے یقین دلایا کہ اس ملک کے اندر انتخابات ضرور ہوں گے اور انہوں نے یہ انتخابات کروا کر دکھائے۔ جناب والا! میں اپنا ایک مختصر سا تجربہ بیان کرتا ہوں کہ ہم اس دوران بین البارلیمانی یونین کے اجلاس میں شرکت کے لئے یورپ گئے ہوئے تھے اور وہاں ہم سے کہا گیا کہ آپ کے ملک کے اندر الیکشن نہیں ہوں گے اور ہم نے اس بین الاقوامی سطح پر، بڑے اعتماد کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ ہمارے ملک میں مقررہ تاریخ پر الیکشن ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ ہمارا یہ اعتماد صرف صدر مملکت کے اس ملک کیساتھ عزم، جمہوریت کے ساتھ ان کی محبت پر مبنی تھا اس لئے اس بات کا ہمیں یقین تھا کہ ملک کے اندر مقررہ تاریخ پر ضرور الیکشن ہوں گے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شاندار دن دکھایا ہے کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب حکومتیں، تمام صوبوں میں اور وفاق میں قائم ہو گئی ہیں۔

جناب والا! صدر مملکت آگے فرماتے ہیں۔

"انہیں اپنی مخالفین کی شکست کے اسباب کا تجزیہ کرنا چاہیئے اور یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینی چاہیئے کہ خدانخواستہ اگر وہی اسباب ان کے اندر پیدا ہوئے تو عوام

[Mr. Deputy Chairman]

انہیں بھی اسی طرح مسترد کر دیں گے - دانش مندی یہ نہیں ہے کہ اپنی غلطیوں کو سمجھنے کے لئے انجام کا انتظار کیا جائے - عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہٹ دھرمی سے کام لئے بغیر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا جائے اور حکمت عملی کا خوب صورت نام دے کر ان پر پردہ پوشی کرنے کی بجائے بروقت ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے، انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ عوام حکومت کو نہیں چاہتے بلکہ حکومت سے کچھ چاہتے ہیں"

جناب والا! صدر صاحب کی طرف یہ تنبیہ ان منتخب حکمرانوں کو جو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر ایوان کے اندر پہنچتے ہیں اس بات کی ہے کہ آپ حکمرانی کے حوالے سے، اس تکبر یا کبریائی کا اظہار نہ کریں کہ آپ نے اپنے مخالفین کو شکست دی ہے اور اسمبلی میں پہنچے ہیں اس لئے کہ صدر صاحب کی تقریر کے اندر یہ بات موجود ہے کہ جس طریقے سے باقی لوگوں کو ان کے کردار کی بنا پر شکست سے دوچار ہونا پڑا آپ کا انجام بھی یہی ہو سکتا ہے اور اس انجام سے سبق سیکھنے کے لئے بہتر یہی ہے کہ انجام کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ انجام سے بچنے کے لئے تدبر اور تدابیر اختیار کی جائیں۔

جناب والا! آگے صدر صاحب فرماتے ہیں -

"پاکستان کے عوام باشعور اور حقیقت پسند ہیں انہیں احساس ہے کہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کی ضرورتیں لامحدود اور وسائل محدود ہیں چنانچہ وہ نہ آسمان سے تارے توڑ لانے کی فرمائش کرتے ہیں نہ زمین پر جنت کی تعمیر کے خواب دیکھتے ہیں البتہ وہ سکون کے ماحول میں اپنی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کی امید ضرور رکھتے ہیں"

صدر صاحب کا یہ پیغام عوام کے ان جذبات اور احساسات کا آئینہ دار ہے کہ عوام کو سکون چاہیئے، عوام اس بات کے متمنی ہیں کہ ملک کے اندر پر سکون ماحول قائم ہو - اور سکونِ انسانی معاشرے کے لئے بڑا ضروری ہے جناب والا! اس ضرورت کو اقوامِ عالم کی تاریخ اور انسانیت کی تاریخ نے بلکہ ہر دور نے ثابت کر دیا ہے - (مداخلت)

میر حسین بخش بنگلزئی: میں آپ حضرات سے توقع رکھوں گا کہ آپ میری تقریر بھی آرام سے سنیں گے کیونکہ ہم بھی آپ کی تقاریر آرام سے سنتے رہے ہیں۔

Syed Abbas Shah: Sir, he should not guide me, he should tell you.

میں ایوان سے ہی باہر چلا جاتا ہوں۔

میر حسین بخش بنگلزئی: آپ باہر جاتے ہیں تو یہ آپ کی اپنی صوابدید ہے لیکن ہماری توقع اپنی جگہ ہے۔

Mr. Deputy Chairman: No cross talk please. I may request all the honourable Members to please maintain the decorum of the House and will appreciate if you keep your own seats.

Mir Hussain Bakhsh Bangulzai: Sir, whenever address, I do address through the Chair.

Mr. Deputy Chairman: That is right, please go ahead.

میر حسین بخش بنگلزئی: جناب والا! قیام امن کے متعلق میں آپ سے گزارش کر رہا تھا کہ صدر صاحب نے اس بنیادی حق کو تسلیم کیا ہے کہ پاکستان کے عوام نے ووٹ کے ذریعے جن نمائندوں کو منتخب کر کے ایوان تک پہنچایا ہے ان سے بجا طور پر اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ ان کو سکون کی زندگی مہیا کریں گے۔

جناب والا! صدر صاحب فرماتے ہیں۔

”وہی ملک خوشحال کہلا سکتا ہے جہاں خوش حالی کے آثار سجے سجائے ڈرائنگ روموں تک محدود نہ ہوں بلکہ کچے آنگنوں میں بھی نظر آئیں منصفانہ معاشرہ وہی ہے جہاں ہر کسی کو بقدر محنت آگے بڑھنے کا یکساں موقع مل سکے اور تعصب کسی کے ولولۂ تعمیر کو سرد نہ کرے“۔ صدر صاحب نے اپنے اس خطاب میں اس پیرائے میں محنت کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے عوام کے اس جذبے کی صحیح عکاسی کی ہے کہ ملک میں اس خوشگوار فضا اور ماحول کو پیدا کیا جائے جس کے ذریعے

[Mir Hussain Bukhsh Bangulzai]

سے عوام اپنی روزی اور روزگار کی تلاش کے لئے بھٹکتے نہ پھریں بلکہ ان کو اس ماحول کے اندر بغیر کاوش کے روزگار کے مواقع مل سکیں۔ جناب والا! قومی وقار کے متعلق آگے فرماتے ہیں "ہمیں ایک ایسی عظیم اور باوقار ریاست بننا ہے کہ ہر پاکستانی اپنے آپ کو پاکستانی کہلانے میں فخر محسوس کرے اور دنیا میں کہیں بھی کسی سے بھی بات کرتے ہوئے پاکستان کے کسی بھی معاملے پر اس کا لہجہ معذرت خواہانہ نہ ہو۔"

جناب چیئرمین! صدر صاحب نے ایک باوقار قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے جس خیال کا اظہار فرمایا ہے میں اس خیال کو ایک صحیح پاکستانی کی حیثیت سے نہ صرف appreciate کرتا ہوں بلکہ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہر پاکستانی اس خیال کو اپنائے۔ اسی خطاب کے دوران گروہی سیاسیات کے متعلق آگے صدر صاحب فرماتے ہیں: "یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے اور اس سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت جماعتی حدبندیوں سے بلند ہو کر کام کرے اور اپنے آپ کو کسی مخصوص گروہ کی حکومت نہ سمجھے بلکہ پوری قوم کی نمائندہ ثابت کرے۔

یہ وہ الفاظ ہیں جناب والا! جو پچھلی حکومت کے دوران میں نے صدر کی تقریر پر بحث کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے گوش گزار کئے تھے اس وقت میں پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن سے مخاطب نہیں ہوں۔ بلکہ میں ملک کے وزیر اعظم سے مخاطب ہوں۔ جب اپنی پارٹیوں کے حوالے سے انتخاب جیت کر لوگ ایوانوں میں آتے ہیں تو ان کا کردار اور سیاست قومی ہونی چاہیئے گروہی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم گروہی سیاست میں چلے جائیں گے تو گروہی سیاست کے نتائج ملک کے لئے۔۔۔

(اس مرحلہ پر اذان مغرب شروع ہو گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی حسین بخش بنگلزئی صاحب۔

میر حسین بخش بنگلزئی: جی ہاں۔ تو جناب ہم نے اس وقت کی حکومت سے یہ بات کہی تھی کہ آپ منتخب ہو کر تشریف لائے ہیں اور بحیثیت وزیر اعظم

اس ملک کی عنان حکومت سنبھالی ہے اور اسی حوالے سے آپ کو ملک کے لئے صحیح منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ آج ہم اس حکومت سے بھی یہی گزارش کرتے ہیں۔

Dr. Bisharat Elahi: Point of order, Sir, I think it would be in the interest of the House if you could adjourn the House now. Because it would appear to me that after another five minutes there would be only two persons in the House - you yourself and the Speaker.

میر حسین بخش بنگلزئی: جی یہ کورم کا مسئلہ ہے تو میں اپنی تقریر پھر کسی دن شروع کروں گا یہ ضروری نہیں ہے لیکن شاید میں وقت زیادہ لوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ٹھیک ہے جی آپ جاری رکھیں گے۔

and the House is adjourned to meet again on Saturday at 10.00 A.M. and that will be 29th December, 1990.

[The House adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Saturday, December 29, 1990]